صدیق اکبر و ذو النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

بقلم

مولانا عبداللہ العمادی صاحب

ناظر شعبہ دینیات سررشتہ تالیف و تراجم سرکار عالی

و

مولوی فدا علی صاحب طالب

مترجم سررشتہ تالیف و تراجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریب

کچھ عرصہ ہوا سر سید احمد خاں مرحوم کے خطوط کا ایک مجموعہ مرحوم کے لایق پوتے مسعود جنگ بہادر نے شائع کیا ہے۔ اس کے ایک خط میں (صفحہ ۳۸۰ پر) سید صاحب مرحوم لکھتے ہیں "میں تو اون صفات کو جو ذات نبوی میں جمع تھیں۔ دو حصوں پر تقسیم کرتا ہوں ایک سلطنت اور ایک قدوسیت۔ اول کی خلافت حضرت عمرؓ کو ملی دوسری کی خلافت حضرت علیؓ اور ائمہ اہل بیت کو۔ گو یہ کہنا بہت تو آسان ہے مگر کس کو جرات ہے کہ اس کو لکھے۔ حضرت عثمانؓ نے سب چیزوں کو غارت کر دیا حضرت ابوبکرؓ تو صرف برائے نام بزرگ آدمی تھے۔ پس میری رائے میں ان بزرگوں کی نسبت کچھ لکھنا اور مورخانہ تحریرات کا زیر مشق بنانا نہایت نامناسب ہے جو ہوا سو ہوا جو گذرا سو گذرا۔"

آخری فقرے میں جو رائے ظاہر کی گئی ہے وہ عین مصلحت پر مبنی ہے لیکن افسوس ہے کہ عام علمائے اسلام کی اس مصلحت اور مصالحت اندیشی کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کے چالاک دشمنوں کی سازشیں اور کوششیں کامیاب ہوئیں اسلامی ادبیات میں عجمی ملاحدہ اور منافقین کے عقائد و آرا، شعر و تصوف اور قصص و حکایات کے پیرایوں میں اس طرح پھیلے کہ تیرہویں صدی میں سید احمد خاں جیسے روشن دماغ اور منصف مزاج شخص کو ہم ایسے خیالات کا اظہار کرتے دیکھتے ہیں جو تاریخی اعتبار سے نہ صرف خلاف واقعہ اور قابل شرم پریشان خیالی کی

دلیل ہیں بلکہ ان سے اسلام کا وہ مبارک و منور عہد تاریک و آلودہ ہو جاتا ہے جس کا دامن مسلمانوں کے مذہبی عقائد سے ہم گرہ ہے۔

سید صاحب کے مذکورہ بالا جملے میں اگرچہ چاروں خلفائے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کسر شان کا پہلو نکلتا ہے لیکن سب سے زیادہ تنقیص سیدنا حضرت عثمانؓ اور سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ کی لازم آتی ہے، جب یہ مجموعۂ خطوط چھپکر آیا تو بعض علم دوست احباب میں سید صاحب کی اس عبارت کا چرچا ہوا نواب مسعود جنگ سے تحقیق کیا گیا کہ اس خط کے اصلی ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں ہے۔ پھر تجویز ہوئی کہ لوگوں کو غلط فہمی سے بچانے اور اسلام کے مایۂ ناز بزرگوں کا ذکر جمیل تازہ کرنے کی غرض سے مخدومی مولوی عبد اللہ العمادی (متعنا اللہ بفیوضہ) اور مخدومی مولوی فدا علیصاحب طالبؔ سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت ذوالنورینؓ کی مبارک سیرت پر مختصر مضامین تحریر کریں۔ مولوی عمادی صاحب جن کی وسعت نظر اور تبحر اہل علم میں مسلم ہے، نساً صدیق اکبرؓ کی اولاد میں ہیں۔ اس موقع پر جو مضمون انہوں نے تحریر فرمایا گو بہت مختصر ہے لیکن جامعیت اور دلکشی کی وہ شان ضرور رکھتا ہے جو مولویصاحب ممدوح کی عالمانہ تحریر کی خصوصیت بن گئی ہے۔ اگرچہ جی چاہتا ہے کہ فاضل مضمون نگار اسبات کی ذرا زیادہ صراحت فرما دیتے کہ حضرت ابوبکرؓ کی ذات نبوی صلعم سے عقیدت و شیفتگی، کمال پرہیزگاری و نفس کشی اور انتہائی زہد و ورع ہی مسلمانوں کی دانست میں ان کی بہترین عقل و فراست کی دلیل ہے قرآن حکیم نے انسانی فضیلت کا معیار تقویٰ کو قرار دیا ہے "ان اکرمکم عند اللہ اتقیکم" اور جس نافہم نے سچے ارتقاء کو بیدار مغزی اور عالی دماغ کے منافی یا معارض جانا وہ حقیقت میں اسلامی تعلیم کا منشا سمجھنے سے قاصر رہا۔

دوسرا مضمون ہمارے کرم فرما مولوی فدا علیصاحب نے تحریر فرمایا ہے جو سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کی اولاد میں ہیں اور عہد صحابہ اور بعد کے نزاعی مباحث سے

نہایت عمدہ واقفیت رکھتے ہیں۔ آیندہ اوراق میں ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے کہ مولوی صاحب موصوف نے فضائل عثمان رضی اللہ عنہ کو کس خوبی اور تحقیق کے ساتھ ایک مختصر مضمون میں جمع کر دیا ہے کہ بے اختیار آفریں کہنے کو جی چاہتا ہے۔ پھر بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی انتظامی قابلیت اور فتح ممالک اور ان کی تنظیم و استحکام کے متعلق جس قدر تفصیل سے لکھنے کی ضرورت تھی اس میں کمی نظر آتی ہے اور ہمیں توقع ہے کہ مولوی فداعلی صاحب اس کمی کو آیندہ دوسرے مضمون سے پورا کر دیں گے۔ اسی طرح حضرت ذوالنورین کی شہادت کے واقعات پر خاص طور پر زور دینے کی ضرورت ہے کیونکہ جس طرح سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہمیں یہ ولولہ انگیز سبق دیتی ہے کہ اہل ایمان جان دینا پسند کرتے ہیں لیکن جو کچھ دل میں ہے اس کے خلاف زبان سے کہنا یا کرنا کسی حال میں گوارا نہیں فرماتے۔ اسی طرح شہادت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے واسطے صبر و استقامت، ایثار و بے نفسی اور حقیقی محبت اسلام و ملت اسلام کی عدیم النظیر مثال ہے کہ اپنے زمانہ کا سب سے بڑا سردار، کامل قوت و اقتدار رکھنے کے باوجود ہر طرح کی تکلیف اور سختی حتیٰ کہ اپنا سر عزیز کٹوا دینا۔ کمال صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کرتا ہے لیکن یہ گوارا نہیں کرتا کہ اپنی ذات کی خاطر مسلمانوں کے ایک گمراہ و شوریدہ سر گروہ پر "تلوار اٹھائے"! دنیا کی تاریخ ایسی سچی بہادری ایسی پاک و بے لوث جوانمردی ایسے کامل ایمان و احسان کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والذین اتبعوہ باحسان۔ فقط

خاکسار

سید ہاشمی۔ فریدآبادی

(رکن دارالترجمہ سرکار عالی)

نبوتِ عظمیٰ کا جانشینِ اوّل

ساقی کوثر کا پہلا قائم مقام

عبد اللہ ابی بکر الصدیق بن عثمان ابی قحافہ التیمی رضی اللہ عنہ

بدایوں کے مطبع نظامی نے سید احمد خان مبرور کے خطوط شائع کئے ہیں۔ ایک خط عماد الملک بہادر کے نام ہے جس میں سید صاحب نے خلافت نبوی کے دو حصے قرار دیئے ہیں۔

(۱) قدوسیت۔ جس کے وارث حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے

(۲) سلطنت۔ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی

گویا اون کی رائے میں حضرت ابوبکر رضوان اللہ علیہ ان دونوں سے بے بہرہ "ایک مرد بزرگ" تھے اور بس۔ نظر اوّل کا بنا زمندیہی جزو آخر ہے۔

(۱)

اللہ تعالیٰ ایک برگزیدہ بندہ کو اپنا پیغام ہدایت دیکر بھیجتا ہے۔ دنیا اس کے صدق و صفا کو بخوبی جانتی پہچانتی ہے مگر اس پیغام نجات کو نہیں مانتی ہے۔ مرور ایام و خلوص پیغام آخر اپنا کام کرتا ہے۔ کچھ لوگ اس کے گرویدہ بن جاتے ہیں۔ مگر یہ لوگ کمزور ہیں اور ظاہری عظمت کا اثاثہ نہیں رکھتے۔ منکرین طعنہ دیتے ہیں کہ اِنْ اتَّبَعَكَ اِلَّا الْاَرْذَلُوْنَ (صرف ادنیٰ درجہ ہی کے لوگوں نے تو آپ کی پیروی کی ہے) سرداران ملت میں فقط ایک شخص ہے جو آزاد و باثر و ذی اقتدار و عاقل و بالغ الکمال نفوس میں سب سے پہلا وہی ہے جو اس پیغام کو قبول کرتا ہے اور اپنے آپ کو اس پیغام بر کے حوالہ کر دیتا ہے۔ یہ وہی "مرد بزرگ" تھا جس کی زندگی السابقون السابقون اولئک المقربون کی تفسیر بالعمل ثابت ہوئی۔

دعوۃ حق کیلئے اب دوسرا میدان منتخب ہوتا ہے، اور اللہ کے حکم سے اس کا رسول اب دعوت کا رخ کرتا ہے، میر سامان یہی "مردِ بزرگ" ہے جو خود رکابِ سعادت کا ردیف بنا ہوا ہے۔ یہ دو نو ہستیاں گنجِ خدا آورد لئے ہوئے ایک غار میں پناہ لیتی ہیں (ثانی اثنین اذ ھما فی الغار) اپنے ہادی کی بظاہری بے کسی دیکھ دیکھ کر اس پر حزن غالب آتا ہے تو آسمانی آواز اس کو تسلی دیتی ہے کہ لاتحزن، اِن اللہ معنا (رنج نہ کر حقیقت شناس بن ہمارے ساتھ تو اللہ ہے۔ خدا داری چہ غم داری) فانزل اللہ سکینتہ علیہ (اللہ اپنا سکینہ، اپنی تسلی اپنا سکون خاطر اس پر نازل فرماتا ہے) یہ نزولِ سکینہ کس پر تھا، کیا محمد پیغمبر اعظم پر تھا؟ آئینۂ رسالت کا جوہر وثوق باللہ گرد آلود کدورت کب ہوا ہے۔ وہاں تو حزن و ملال و بے اطمینانی کی گنجایش ہی نہ تھی پھر کیا یہ سکینہ اسی "مردِ بزرگ" پر نازل ہوا؟ بہرحال یہ پورا واقعہ قرآن مجید میں ہمیشہ کے لیے آگیا۔ وہی قرآن جس کی سید صاحب نے بھی تلاوت کی ہے اور اپنے انداز میں تفسیر بھی لکھی ہے۔

(۲)

پیغمبر اعظم جب رفیق اعلیٰ سے جا ملے تو مسلمانوں میں ایک فتنہ پیدا ہو گیا۔ اُس وقت وہی "مردِ بزرگ" اٹھتا ہے اور قوم کو بیدار کرتا ہے کہ من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جو پرستش کر رہا ہو اُس کو سن لینا چاہیئے کہ آنحضرت انتقال کر گئے) ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حیٌّ لایموت (اور جو اللہ کا عبادت گزار ہے تو اللہ تو زندۂ جاوید ہے) وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (محمد تو صرف ایک پیغمبر تھے۔ ان سے پہلے بھی پیغمبر گذر چکے ہیں وہ انتقال کریں یا قتل ہوں تو کیا تم لوگ پیٹھ پھیر لو گے؟)

اس آواز کا سننا تھا کہ فتنہ ہوتے ہوتے رک گیا اور مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہو گئے

وفاتِ نبوی کی خبر سے تمام عرب میں ایک طوفان آجاتا ہے۔ ارتداد کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ ابتلائے عام میں صحابہ عدمِ تعرض کو مصلحت سمجھتے ہیں کہ مدینۂ مبارک تو محفوظ رہ سکے۔ مگر وہ خدا کا بندہ عزمِ صدق کا اظہار کرتا ہے کہ أجبار فی الجاھلیۃ وخوار فی الاسلام (جاہلیت میں جبار اور اسلام میں خستہ و خوار؟ یہ ممکن نہیں) واللہ لو منعونی عقالاً کانوا یؤدونہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحاربتھم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں جو کچھ وہ گزرانتے تھے اگر اس میں سے ایک اونٹ کی رسی بھی نہ دینگے

تو میں اُن سے لڑوں گا ۔ یہ کہتاہے محض اللہ کے بھروسے پر تمام عرب سے لڑتا ہے اور سب کو پھر دین حق میں واپس لاتا ہے ۔

(۳)

(الف) قرآن جو آسمانی قانون ہے یہی مرد بزرگ اس کا پہلا جامع ہے۔

(ب) حدیثیں جو اوس سے مروی ہیں اتفاق عام کی سند اُن کو حاصل ہے۔

(ج) فقہ کے جو مسائل اجماعی ہیں وہ اس کی روایتوں سے مستنبط ہیں۔

(د) علم انساب کا وہ سب سے بڑا ماہر تھا حسّان کا کلام اُسی سے مستفیض تھا جو آنحضرت علیہ السلام کے حکم سے انساب کی تحقیق اُس سے کرتے تھے ۔

(ہ) علم تعبیر میں تمام عرب اس کو امام فن مانتا تھا

(و) عراق وایران وشام ومصر غرض وہ تمام ممالک جو عہد فاروقی میں فتح ہوئے ۔ ان سب اسی نے لشکر کشی کی اور فتح کی بنیاد ڈالی۔

(ز) تمام انتظامات جو عہد فاروقی میں ہوئے سب کے آثار اور داغ بیل ڈالنے کا مہرہ اول اُسی کا ہاتھ تھا۔

(ح) وہ خود صحابی ۔ اس کے دو بیٹے صحابی ۔ اس کی بیٹی ام المومنین ۔ اس کے پوتے فقہ کے بانی ۔ اس کی یادگار (رازی) فلسفہ کی امام (سہروردی) طریقت کی مرشد اور اس کا ایک فرزند آصفجاہ سابع آج اسلام کا بادشاہ ہے (خلد اللہ ملکہ و سلطانہ)

(۴)

اس "مرد بزرگ" کی عجیب شان تھی کہ اپنے ہادی کے دائرہ کبریائی میں بالکل جذب ہوگیا۔ زمین وآسمان کے اندر جتنی خوبیاں نظر آتی ہیں وہ اپنے ہادی ہی کو ان سب کا مجمع الاوصاف سمجھتا ہے ۔ مرض الموت لاحق ہے ۔ سکرات کا عالم ہے ۔ بیہوشی طاری ہے ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سرہانے بیٹھی ہیں اور بے ساختہ فرماتی ہیں ۔

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ (وہ گورا اور سفید رنگ کہ ابر باراں اسکے چہرہ سے فیض آب ہوتا ہے)

ثمال الیتامی عصمۃ للارامل (یتیموں کا ملجا' بیواؤں کا دستگیر اور انکی عصمت کا محافظ)

وہ آنکھ کھول دیتا ہے۔ فرط غضب سے چہرہ پر شکن پڑ جاتی ہے۔ مونھ سرخ ہو جاتا ہے۔ اور اس عالم میں کہتا ہے ذاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تھی) ولکن قولی وجاءت سکرۃ الموت بالحق ذلک ما کنت منہ تحید (کہنا ہو تو یہ کہو کہ سامان مرگ آپہونچا' موت کا نشہ چڑھ گیا۔ یہ وہی تو ہے جس سے تو بچتا تھا' کنارہ کرتا تھا۔) ان حالات کے ہوتے ہوئے بھی یہ "مرد بزرگ" میراث نبوت سے اگر بے بہرہ تھا تو اس دنیا میں کون ہے جسے بہرہ ور مان سکتے ہیں؟

از سخن سازیش من سودائیم
وز سخن سوزیش سوفسطائیم

عادی

خالق نے جنہیں دیا ہے زر دیتے ہیں
زر کیا ہے خدا کی رہ میں گھر دیتے ہیں

اپنا سرمایہ ہے رکوع و سجود
سامان نہیں رکھتے ہیں سر دیتے ہیں

امجد حیدرآبادی

نبوتِ عظمیٰ کا جانشین ثالث

عثمانؓ ذی النورین ابن عفان الاموی العبشمیؓ

حضرت عثمانؓ کی شرافت خاندانی اور قومی وجاہت عام طور پر مسلم ہے خاندان بنی امیہ کا اقتدار اور ان کی سیادت اور وجاہت تاریخ میں اس شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہے کہ اس پر زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت عثمانؓ کا نسب باپ کی طرف سے چار واسطوں سے اور ماں کی طرف سے دو واسطوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے عثمانؓ عبد شمس بن عبد مناف کے پڑپوتے اور رسول ہاشم بن عبد مناف کے فرزند ہیں حضرت عثمانؓ کی والدہ ام حکیم بنت عبد المطلب کی بیٹی ہیں اکثر مورخین کی رائے ہے کہ ام حکیم اور رسولؐ کے پدر بزرگوار جناب عبداللہ توام پیدا ہوئے تھے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی قرابت دار ہونے کے علاوہ عثمانؓ کو رسولؐ کی دامادی کا فخر بھی حاصل ہے۔ اور اس شرف میں ان کو ایسی خصوصیت ہے کہ بنی آدم میں کوئی اس شرف میں ان کا شریک نہیں ہے۔ رسولؐ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے عقد نکاح میں آئیں۔ سنن بیہقی میں منقول ہے کہ خلقت آدم سے لیکر عہد رسولؐ تک سوا حضرت عثمانؓ کے اور کسی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا کہ کسی نبی کی دو بیٹیاں اُس کے نکاح میں آئی ہوں۔ حضرت ام کلثومؓ کی وفات کے بعد رسولؐ نے فرمایا کہ اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو میں اُس کا نکاح بھی عثمانؓ کے ساتھ کرتا۔ اسد الغابہ میں حضرت علیؓ سے بسند صحیح مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ اگر میرے چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں ان سب کا یکے بعد دیگرے عثمان کیساتھ نکاح کرتا یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی زندہ نہیں رہتی۔ حضرت علیؓ سے کسی نے عثمانؓ غنی کے بابت پوچھا علیؓ مرتضیٰ نے جواب دیا کہ عثمان ملاء اعلیٰ میں ذی النورین مشہور ہیں اسلئے کہ وہ پیغمبر کی دو بیٹیوں کے شوہر تھے (سیوطی) رقیہ بنت نبی صلعم کی وفات کے بعد ایک دن عثمانؓ مغموم و ملول رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سرور کائنات نے عثمانؓ غنی کو رنجیدہ دیکھکر

ان کے حزن وملال کا سبب پوچھا۔ عثمان غنیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو مصیبت مجھپر نازل ہوئی ہے وہ شاید دنیا میں کسی پر نازل ہوئی ہوگی۔ بنت رسول نے دنیا سے رحلت کی اور میرے اور آپ کے درمیان جو رشتہ تھا وہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہوگیا۔ سرورعالمؐ نے فرمایا کہ عثمانؓ تم یہ کہہ رہے ہو اور جبرئیل امین خدا کا حکم لیکر آئے ہیں کہ میں رقیہ کی بہن ام کلثوم کا نکاح تمہارے ساتھ کردوں (ابن خلدون) عثمانؓ کو یہ جواب دیکر رسول کریمؐ نے فرمایا کہ خیر الشفع لعثمان وما انی ازوج ثانی ولکن اللہ یزوجہن۔ (ریاض)

اسامہ ابن زید سے روایت ہے کہ رسول نے گوشت کا ایک ٹکڑا بطور ہدیہ عثمانؓ کے پاس بھیجا۔ اسامہؓ خود رسولؐ کے قاصد تھے اسامہؓ ابن زید فرماتے ہیں کہ میں عثمان ذوالنورینؓ کے پاس آیا شمع جل رہی تھی اور رقیہ بنت رسولؐ اپنے شوہر کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور شمع کی روشنی سے ان دونوں کا چہرہ منور ہو رہا تھا میں ان کے حسن کو دیکھکر حیران ہوگیا۔ جب واپس آیا تو رسولؐ کریم نے مجھ سے پوچھا کہ ھل رایت زوجا احسن منہما قلت لا یا رسول اللہ (سیوطی) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ام کلثومؓ کا نکاح عثمانؓ کے ساتھ کیا اور بیٹی سے فرمایا کہ یا قرۃ عینی لعلک اشبہ الناس بجدک ابراہیم وابیک محمد (سیوطی)

ان روایتوں سے جو مشتے نمونہ از خروارے بیان ہوئیں حضرت عثمانؓ کا مرتبہ اور تقدس روز روشن کی طرح عیاں اور ظاہر ہے۔ بنی فخر اور اعزاز کی جو انتہائی خوبیاں ہو سکتی ہیں وہ تمام وکمال ان کی ذات میں جمع ہیں۔

---

(۲) اسلام لانے میں عثمانؓ غنی کا چوتھا نمبر ہے عثمانؓ کے مشرف بہ اسلام ہونیکی روایت طبقات ابن سعد میں اس طرح منقول ہے کہ عثمانؓ اور طلحہؓ و زبیرؓ کے ساتھ رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول کریمؐ نے ان کو اسلام لانے کی ہدایت فرمائی اور قرآن کی چند آیتیں ان کو پڑھکر سنائیں عثمانؓ اور طلحہؓ دونوں صاحب مشرف بہ اسلام ہوئے۔

حبیب رب العالمینؐ کی دست بوسی کرنے بعد عثمان غنیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم شام کے سفر سے آرہے ہیں۔ اثنائے سفر میں ہم ایک جگہ مقیم ہوئے اور سو گئے خواب میں ہم نے ایک منادی کرنے والے کو دیکھا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ سونے والو اٹھو اور دوڑو احمد مرسلؐ مکہ میں مبعوث برسالت ہو چکے ہم یہ خواب دیکھکر اٹھے اور جلد سے جلد خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔

حضرت عثمانؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ میں دس خصوصیتیں ایسی ہیں جو دوسروں میں جمع نہیں ہیں اسلام لانے میں میرا چوتھا نمبر ہے نبی کی دو بیٹیاں میرے نکاح میں آئیں علاوہ مشہود بالجنۃ بولنے کے میں نے تین مرتبہ رسولؐ کے ہاتھ سے جنت خریدی۔ جس ہاتھ سے میں نے رسولؐ سے بیعت کی اس کو کمر کے نیچے نہیں لے گیا۔ مجھے اسلام کیطرح جاہلیت کے زمانہ میں بھی خدا نے کبائر سے محفوظ رکھا۔ اسلام میں بربنائے تقویٰ اور جاہلیت میں بوجہ ناپسندیدگی میں نے زنا سرقہ اور شرب خمر وغیرہ معاصی سے ہمیشہ پرہیز کیا۔ قرآن کو جمع کیا۔ اور رسولؐ کو سنایا ساری امت کو ایک قرآن کی تلاوت پر جمع کیا۔ بیعت الرضوان کا باعث ہوا اور میرا ہی ہاتھ رسول کا ہاتھ قرار پایا۔ جب سے ایمان لایا۔ کوئی جمعہ خالی نہیں گیا۔ کہ میں نے ایک بندۂ خدا کے نام آزاد نہ کیا ہو (ابن خلدون۔ ابن الاثیر۔ استیعاب)

اسلام اور جاہلیت دونوں زمانوں میں عثمانؓ اغنیائے قریش سے سمجھے جاتے تھے سخا کے گروہ میں عثمان غنیؓ ہمیشہ بیحد معزز و مکرم رہے۔ عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ سابقین مہاجرین کی فضیلتوں اور حفظ مراتب کا خیال کر کے ہمیشہ عہد نبوت میں یہی کہا جاتا تھا کہ "ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ" (تہذیب التہذیب و صحیح البخاری)

عبداللہ ابن عباسؓ وابن عمر وغیرہ اجلۂ صحابہ فرماتے ہیں کہ آیہ کریمہ امن ھو قانت آناء اللیل ساجداً وقائماً یحذر الاخرۃ ویرجو رحمۃ ربہ عثمان ذوالنورین کی شان میں نازل ہوئی (سیوطی تاریخ الخلفاء) کلبی اور دیگر مفسرین لکھتے ہیں کہ وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر سے مراد عثمان ذی النورینؓ ہیں (تاریخ الخلفاء)

ابن عساکر بسند صحیح حضرت زید بن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا نے

فرمایا کہ عثمانؓ میرے قریب سے گذرے ... میرے پاس ایک فرشتہ بیٹھا ہوا تھا اس ملائک مقرب نے عثمان کو دیکھکر مجھ سے کہا کہ یہ شخص اپنی قوم کے ہاتھ سے شہید ہوگا حالانکہ ہم ملائکہ بھی اس سے حیا کرتے ہیں (تاریخ الخلفاء فتح الباری)۔ (جزری)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ان الملائکۃ تستحی من عثمان کما تستحی من اللہ ورسولہ

بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے عثمانؓ کو دیکھکر فرمایا کہ الا استحی من رجل تستحی منہ الملائکۃ (فتح الباری)

ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ ان اللہ یقمصک قمیصا فان ارادوک المنافقون علی خلعہ فلا تخلعہ حتے تلقانی

جامع ترمذی میں مرۃ بن کعب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک فتنہ کا ذکر فرما رہے تھے ایک شخص کپڑے سے اپنے منہ کو ڈھانکے ہوئے ادھر سے گذرا رسولؐ نے فرمایا یہ شخص اس فتنہ میں حق پر ہوگا۔ میں نے اٹھکر اس آنیوالے کو دیکھا تو وہ عثمانؓ تھے۔ میں نے عثمانؓ کا چہرہ نبی صلعم کی طرف پھیرا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ شخص حق پر ہوگا آپ نے فرمایا کہ ہاں (تلخیص المستدرک)۔

جامع ترمذی میں مروی ہے کہ عثمان غنیؓ نے جیش عسرۃ کی مدد کی اور رسولؐ نے فرمایا ما علی عثمان ما عمل بعد الیوم

حضرت ابو ہریرہؓ سے بسند صحیح روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ عنقریب میری امت میں اختلاف و فتنہ پیدا ہوگا۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس وقت کیا کریں آپ نے فرمایا کہ تم امیر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ رہو یہ فرمایا اور عثمانؓ کی طرف اشارہ کیا (تلخیص المستدرک) ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آیہ کریمہ ہل یستوی ہو ومن یامر بالعدل وھو علی صراط المستقیم عثمان ذی النورینؓ کی شان میں نازل ہوئی (ابن سعد تاریخ الخلفاء)

حضرت انسؓ ابن مالک سے مروی ہے کہ رسول کریمؐ فرمایا کرتے تھے اصدق امتی حیاء عثمان ابن عفان (اصابہ۔ تہذیب التہذیب)

ابن عون فرماتے ہیں کہ اعلم الصحابۃ بالمناسک عثمانؓ وبعدہ ابن عمرؓ (تاریخ الخلفاء)

القرآن

قرآن کریم کے ساتھ حضرت عثمان ؓ کو ایک خاص خصوصیت ہے۔ عثمان ذوالنورین کا جامع ہونا اور شبانہ روز قرآن کی تلاوت میں بسر کرنا ایک ایسا واقعہ ہے جو معتبر اسناد سے تاریخ و حدیث میں مرقوم ہے۔ تمام صحابہ رسول میں یہ امتیاز انہیں کو حاصل ہے کہ ایمان لائے تو قرآن کو سنکر ساری زندگی قرآن کی تلاوت میں بسر کی۔ قرآن کریم کو جمع کیا۔ اختلاف قرات کو رفع کیا۔ تمام مسلمانوں کو ایک قرآن کی تلاوت پر راضی کیا اور قرآن ہی کی تلاوت کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

بیعۃ الرضوان کا واقعہ تاریخ اسلام کے اہم ترین واقعات میں ہے۔ اس بیعت کے کرنے والوں سے خدا نے اپنی کامل خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے۔ صحابہ رسول میں اہل بدر واحد کے بعد اصحاب بیعۃ الرضوان کا مرتبہ ہے۔ اس بیعت سے عثمان غنی ؓ کو ایک خاص تعلق ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس بیعت کا اصل سبب ہی عثمان ذی النورین ہیں تو بالکل بجا اور درست ہے۔ رسول خدا نے عثمان غنی ؓ کو سفیر بنا کر مکہ معظمہ بھیجا۔ حضرت عثمان ؓ کے مکہ پہونچنے کے بعد مسلمانوں میں یہ غلط خبر مشہور ہو گئی کہ مشرکین مکہ نے حضرت عثمان ؓ کو قتل کر ڈالا۔ حبیب رب العالمین اس خبر کو سنکر بیحد رنجیدہ ہوئے۔ اور وفور غم میں عثمان ؓ کے خون کا بدلہ لینے کیلئے اپنے شیدائیوں سے ایک درخت کے نیچے مشرکین مکہ سے لڑنے اور خدا کی راہ میں اپنی جان فدا کرنے کی بیعت لی۔ بیعت مکمل ہو چکی تو معلوم ہوا کہ خبر غلط ہے۔ اور عثمان غنی ؓ زندہ اور صحیح وسالم موجود ہیں۔ چونکہ یہ بیعت خدا کی بارگاہ میں بیحد مقبول ہونے والی تھی۔ اللہ کے رسول نے یہ نہ چاہا کہ خود ان کا رسول اس بیعت کے برکات سے محروم رہے۔ صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ عثمان ؓ خدا اور رسول کے کام کے لئے گئے ہیں۔ میں ان کو اس سے محروم کرنا نہیں چاہتا۔ یہ فرمایا اور اپنا دست راست اٹھایا اور کہا کہ یہ ہاتھ عثمان ؓ کا ہے اور اپنے ہاتھ سے دست چپ پر عثمان غنی ؓ کی طرف سے خود بیعت فرمائی۔ ظاہر ہے کہ رسول کا ہاتھ سارے بائعین کے ہاتھوں سے افضل و اعلیٰ ہے جسطرح عثمان غنی اس بیعت کے بانی ہیں۔ اسی طرح ان کی بیعت بھی سارے صحابہ کی بیعت سے کہیں زیادہ اشرف و اعلیٰ ہے (فتح الباری۔ استیعاب)

عثمان ذی النورین اپنے خصوصیات میں بیان فرماتے ہیں کہ میں نے جس ہاتھ سے رسول سے بیعت کی ہے اس ہاتھ کو کمر کے نیچے نہیں لے گیا۔ اس روایت سے حضرت عثمان کا تقدس اور طہارت ظاہر ہے۔ سچ ہے کہ جس طاہر اور مطہر انسان کا ہاتھ سرور عالم کا دست اقدس ہو جو پروردگار کے نزدیک ید اللہ کا مرتبہ رکھتا ہو اس کی فطری اور خلقی طہارت کا مقتضی یہی ہے کہ وہ اسی مرتبہ کا پاکباز ہو اس بیعت کے بعد تو عثمان کا اس احتیاط کو مد نظر رکھنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ لیکن اس کے قبل سے ان کا اپنے ہاتھ کی اسقدر نگہداشت کرنا ضرور ایسا تقدس و عرفان ہے جس کی مثال مشکل سے کسی شخص کے حالات میں ملیگی۔

قرآن کریم کے علاوہ احادیث نبوی صلعم کی روایت میں بھی حضرت عثمان کو ایک خاص خصوصیت حاصل ہے۔ عثمان غنی نے تقریباً دو سو حدیثیں رسول کریم سے روایت کی ہیں۔ اور جس خوبی کیساتھ احادیث نبوی کو سامعین تک پہونچایا اس کے بابت معتبر اقوال حادیث و رجال میں منقول ہیں۔ طبقات ابن سعد میں عبدالرحمن ابن حاطب سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے سنا کہ حاطب فرمایا کرتے تھے کہ ما رائیت احداً من اصحاب رسول اللہ کان اذا حدث اتم حدیثا ولا احسن من عثمان ابن عفان (طبقات ابن سعد)

جن صحابہ اور تابعین نے حضرت عثمان سے حدیثیں روایت کیں ان کے اسما حسب ذیل ہیں

ابان بن عثمان۔ سعید بن عثمان۔ عمرو بن عثمان۔ حمران بانی البربری۔ ابو صالح۔ ابو سہلہ یوسف۔ مروان بن الحکم۔ عبداللہ بن مسعود۔ زید ابن ثابت۔ عمران بن حصین۔ ابو قتادہ ابو ہریرہ۔ انس ابن مالک۔ سائب بن یزید۔ ابو امامہ۔ ابو امامہ بن سہل۔ طارق بن شہاب۔ عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن زبیر۔ عبدالرحمن بن ابی عمرہ عبداللہ بن عدی۔ عبدالرحمن بن حارث۔ ابو عبید۔ احنف بن قیس۔ سعید ابن المسیب ابو ساسان حصین ابن المنذر۔ سعید ابن العاص۔ شقیق بن سلمہ۔ ابو عبدالرحمن علقمہ بن قیس عبداللہ بن شقیق۔ عمرو بن سعید۔ مالک بن اوس۔ مالک بن ابی عامر۔ محمد بن علی۔ محمود بن لبید الانصاری۔ ابو سلمۃ بن عبدالرحمن بن عوف و آخرون (تہذیب التہذیب)

(۳) امیر المومنین عمر فاروق کی شہادت کے بعد عثمان ذی النورین خلیفہ رسول مقرر ہوئے

عمر فاروق نے جن لوگوں پر خلافت کو محول کیا تھا۔ ان میں عثمانؓ بھی شامل ہیں۔ قرعۂ انتخاب انہیں کے نام پڑا۔ اور تمام اکابر مہاجرین و انصار نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ عثمان غنیؓ کے خلافت کی خبر تمام ممالک اسلام میں شائع ہوئی۔ اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے اہل کوفہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ امیر المومنین عمر فاروقؓ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ ہم اصحاب رسولؐ نے پسماندگان میں بہترین شخص کو اپنا حکمران اور رسول کریمؐ کا جانشین تسلیم کیا ہم نے سب نے عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تم بھی میرے ہاتھ پر ان کی بیعت کرو (استیعاب ابن الاثیر)

حضرت عثمانؓ نے گیارہ روز کم بارہ برس خلافت کی اون کی حکومت کا اول نصف حصہ اچھا سمجھا جاتا ہے اور اخیر نصف کے بابتہ عام طور پر مشہور ہے کہ خراب رہا۔ ۳۴ھ ہجری ان کی خلافت کا وہ پر آشوب سال سمجھا جاتا ہے جن واقعات کا نتیجہ ۳۵ھ ہجری میں خود خلیفہ کی شہادت تسلیم ہوا۔ ۳۴ و ۳۵ھ ہجری کے واقعات کچھ اس پیرایہ میں رونما ہوئے کہ عوام کے نزدیک ساری خرابیوں اور فتنہ انگیزی کی بنا خلیفہ وقت کی کمزوری اور غلط حکمت عملی قرار پائی اور یہی لغو اور مہمل خیال آجتک لوگوں کے دل و دماغ میں جاگزیں ہے فتنہ انگیزیوں کے اسباب جو مورخین نے لکھے ہیں وہ صرف یہ ہیں کہ انہوں نے اپنے اقربا اور اعزہ کو حکومت کے بڑے بڑے عہدے عنایت کئے اور بیت المال کا کچھ روپیہ اپنے قرابتداروں میں تقسیم کیا ان اہل اعتراضات کے دو ضمیمے اور مقرر کئے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ بہترین لوگوں کے ہوتے ہوئے کم مرتبہ اشخاص کو عمال مقرر کیا۔ اور صحابہ رسولؐ نے ان کو اس غلطی پر متنبہ کیا۔ معزز صحابہ رسولؐ کے ساتھ سختی سے پیش آئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابوذر اور عمار جیسے جلیل القدر صحابی ان سے ناخوش ہوگئے اور ان بزرگوں کی ناخوشی اور عمال عثمان کی نااہلی نے دنیائے اسلام میں فساد برپا کیا۔ مروان کو اپنا دست راست اور کاتب و وزیر بنایا اور اس کی انتہائی خطا پر بھی اسے سزا نہ دی جس کی وجہ سے ساری خرابیاں رونما ہوئیں۔

دوسرے یہ کہ عثمانؓ نے شیخین کی اتباع سنت کا اگرچہ اقرار کر لیا تھا لیکن اوس پر کاربند نہ رہ سکے شیخین نے اپنے قبیلے کے کسی فرد کو حاکم و عامل نہیں مقرر کیا بخلاف اسکے عثمانؓ نے اکثر امویین کو حکومت پر فائز کیا۔

لیکن فی نفسہ نہ تو ان اعتراضات میں کوئی اہمیت ہے اور نہ ان کے ثابت ہو جانے پر خلیفہ وقت
پر کسی طرح کی کمزوری یا غلطی کا الزام عاید ہو سکتا ہے۔ ہم ان تمام اعتراضات کو فرداً فرداً
لغو اور مہمل ثابت کرتے ہیں اور اسی کی ضمن میں یہ بھی بتلاتے ہیں کہ فتنہ انگیزی کا اصل راز کیا ہے
جس نے ساری دنیائے اسلام کو تہ و بالا کر ڈالا۔ اگرچہ ان تمام اعتراضات کا مختلف کتابوں
سے اقتباس کرنا اور ان کی روایتوں کو رجال اور نیز درایت سے جانچنا اور ان پر صحیح انتقاد
کرنا تو اسبات کا مقتضی ہے کہ حضرت عثمانؓ کی ایک مکمل سوانحعمری تیار کی جائے لیکن اس وقت
نہ اوس کا موقع ہے اور نہ اوس کا کافی سامان موجود ہے۔ ممکن ہے کہ آئندہ چلکر خدا اسبات
کی توفیق عطا کرے اور موافق سامان و اسباب پیدا ہو جائیں۔

(۱) یہ کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے اعزہ اور قرابت داروں کو حکومت میں بڑے بڑے عہدے
عنایت کئے۔ قبل اسکے کہ ہم اس اعتراض کو غلط ثابت کریں۔ ہم حضرت عثمان غنیؓ کے تمام
عمال پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی اصابہ فی تمیز الصحابہ میں حضرت عثمانؓ
کے حالات کے ضمن میں کہتے ہیں کہ عثمانؓ کے آخر عہد میں چار رکن عثمانؓ کے اعزہ میں برسر
اقتدار تھے۔ یعنے شام پر معاویہ ابن سفیان۔ بصرہ پر سعید ابن العاص۔ مصر پر عبداللہ
ابن سعد اور خراسان پر عبداللہ بن عامر اس تحریر کے مطابق جب ہم غور کرتے ہیں تو صاف
معلوم ہوتا ہے کہ الزام بالکل لغو اور مہمل ہے اس لئے کہ ان چار امیروں میں معاویہ بن ابی
سفیان اور سعید ابن العاص تو عمال عمرؓ میں داخل ہیں جو عثمانؓ کے وقت میں بھی اپنی اپنی
خدمتوں پر بحال رہے صرف عبداللہ ابن عامر اور عبداللہ بن سعد دور عثمانی کی یادگار ہیں
اور اگر یہی دونو عامل سارے فساد اور کل فتنہ انگیزیوں کا باعث سمجھے جاتے ہیں تو واقعہ یہ تھا
کہ ان میں سے کوئی بھی خالص اموی نہیں ہے۔ ایک صاحب یعنے ابن سعد عثمان غنیؓ کے
رضاعی بھائی ہیں۔ اور دوسرے عامل یعنے عبداللہ ابن عامر عثمانؓ کے حقیقی ماموں زاد بھائی
کے فرزند ہیں ابن عامر کو ماں کی طرف سے جو قرابت عثمانؓ سے تھی ہے وہی تعلق رسولؐ اور
اور علیؓ کے ساتھ بھی ہے۔ عامر عبدالمطلب بن ہاشم کے نواسے ہیں۔ اور عبدالشمس بن عبد مناف
کے پوتے ہیں۔ یعنے عامر عثمانؓ کے حقیقی ماموں کے فرزند اور رسول خداؐ اور علی مرتضیٰ کی

حقیقی پھوپی کے بیٹے ہیں۔ باپ کی طرف سے ابن عامر کو ہم مجازاً اموی کہہ سکتے ہیں نہ کہ حقیقتہً کیونکہ ان کے اسلاف امیہ بن عبدالشمس کی اولاد میں نہیں ہیں بلکہ امیہ کے بڑے بھائی کی نسل سے ہیں اور ظاہر ہے کہ ہر اموی تو ضرور عبشمی ہے۔ لیکن ہر عبشمی اموی نہیں ہے۔ عبداللہ ابن سعد کو خاندان بنی امیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ بزرگ قبیلہ بنی عامر کے ایک رکن ہیں اور بنی عامر کا قبیلہ قریش ظواہر میں داخل ہے نہ کہ قریش بطحی میں عسقلانی کا اصابہ۔ جزری کا اسدالغابہ اور ابن عبدالبر کا استیعاب رجال کی معتبر کتابیں موجود ہیں جن میں ابن عامر اور ابن سعد کا نسب اور ان کے حالات تفصیل سے مرقوم ہیں۔ ان کتابوں کے دیکھنے سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ دور عثمانی کے پر آشوب زمانہ میں خود عثمانؓ کے مقرر کردہ عمال میں کوئی بھی خالص اموی النسل نہ تھا بلکہ عبداللہ بن سعد ابی سرح بھی عمال فاروقی میں داخل ہیں۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ حضرت عمر کے عہد معدلت میں عمرو بن العاص فاتح مصر ملک کے گوالی تھے ان کی ماتحتی میں بالائے حصہ مصر پر جس کو سعید کہتے ہیں۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح حاکم تھے۔ اور نشیبی حصہ مصر پر ایک دوسرا شخص حکمران تھا۔ معترضین کو ان کے بابت صرف یہ اعتراض تھا کہ جس شخص کا خون سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح کر دیا تھا۔ اوس کو مسلمانوں پر حکمران مقرر کرنا نازیبا ہے ورنہ انکی سیاست اور ان کا تدبر موافق اور مخالف ہر شخص کے نزدیک مسلمہ ہے ظاہر ہے کہ جس شخص نے افریقہ جیسے ملک کو اس خوبی اور تدبر کے ساتھ فتح کیا ہو کہ جس کی نظیر اسلامی تاریخ میں موجود نہیں ہے اس پر کون نااہلی کا الزام قایم کر سکتا ہے۔ اب رہا یہ امر کہ یہ اون لوگوں میں داخل ہیں جن کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے واجب القتل قرار دیا تھا تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے گذشتہ خطاؤں سے توبہ کر کے اعمال صالحہ کی برکت سے اپنے کو ایک سچا اور پکا دیندار بنا لیا ہو اس کا تقویٰ محض اس وجہ سے کہ کسی زمانہ میں یہ شخص فاسق تھا۔ ہرگز ہرگز قابل نظر اندازی نہیں ہے۔ "آدمی را بچشم حال نگر" ان بزرگ نے رسولؐ کے دست مبارک پر دوبارہ توبہ کرنے کے بعد جس سلامت روی کے ساتھ زندگی بسر کی اور جس زہد و تقویٰ پر اخیر عمر تک قایم رہے

اور جس طرح وفات پائی اوس کا مفصل حال اسد الغابہ۔ اصابہ اور استیعاب میں مفصل مرقوم ہے
ابن عامر کی سخاوت شجاعت اور وجاہت سارے قبائل عرب میں مشہور رہے اسد الغابہ
اور استیعاب وغیرہ کتب رجال میں مرقوم ہے کہ بنی عبد الشمس میں انہی کو یہ شرف
حاصل تھا کہ ہم شکل پیغمبر تھے۔ علامہ جزری کہتے ہیں کہ ابن عامر جب پیدا ہوئے تو نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لائے گئے۔ سرور عالم نے ان کو اپنے آغوش رحمت میں
لیا پیار کیا۔ اور اپنی زبان مبارک ان کو چوسائی اور ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ یہ ضرور
ہے کہ عثمان غنی کے عہد میں عمال میں تغیر و تبدل ہوتا رہا لیکن یہ انتظام اور تبادلہ قطعاً سیاست کے
منافی نہیں ہے۔ خلیفہ وقت نے جس شخص کو جہاں اور جب مناسب سمجھا عامل اور حکمران مقرر
کیا۔ امیر المومنین کے ان دو نو عمال پر بھی بہت سے بیجا الزامات عاید کئے جاتے ہیں لیکن
ان کے کارنامے سارے شبہات کو دور کر دیتے ہیں اور ہر شخص کا اپنے فرائض منصبی کو
پورے طور پر ادا کرنا اس کی قابلیت اور دیانت کا سب سے بڑا ثبوت ہے ابن سعد اور
ابن عامر دونوں صاحبوں نے جس قابلیت اور دیانت کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دیا
اوس نے موافق اور مخالف سبھوں کو بتا دیا کہ عثمان غنیؓ کے یہ دونوں عامل سیاست
و تدبر اور دانائی میں فاروق اعظمؓ کے کسی عامل سے کم مرتبہ نہیں ہیں۔ ابن سعد کے ہاتھوں
افریقہ کا سالم ملک فتح ہوا۔ ابن عامر نے خراسان جیسے ملک کو فتح کر کے مسلمان کی شوکت و
عظمت کو دو چند بلند و بالا کیا۔

(۲) یہ کہ عثمانؓ نے بیت المال کا کچھ روپیہ اپنے قرابتداروں میں تقسیم کیا۔ یہ اعتراض
بھی بے معنی اور مہمل ہے کہ عثمان غنیؓ نے اپنا حق بیت المال سے لیا اور بجائے اس کے کہ اس کو
خود اپنے گھر میں رکھتے صلۂ رحم کے لحاظ سے اپنے اعزہ میں تقسیم کر دیا۔ سچ ہے کہ شیخین نے
ایسا نہیں کیا۔ لیکن اگر کسی جائز شئے کو ابوبکرؓ اور عمرؓ نے نہیں کیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا
کہ ان کا وہ جانشین اس جائز امر سے فائدہ نہ اٹھائے عثمان غنیؓ نے تو اپنا حق بیت المال
سے لیکر اپنے اعزہ میں تقسیم کیا۔ لیکن ان کے پیشرو حاکم وقت نے نیک نیتی اور مصلحت کے
لحاظ سے خالص بیت المال کے روپیہ سے اس طرح کی رعایتیں مدنظر رکھیں شیخین کا عہد تو

در کنار خود عہد رسالت میں بھی اس کی مثال ملتی ہے۔ خلافت اولیٰ میں بھی ایک مسلمان کے عوض بیت المال کو مقتول کا خون بہا ادا کرنا پڑا اور خلیفہ رسولؐ نے نیک نیتی اور مصلحت وقت کا لحاظ کرکے اس امر کو جائز رکھا کہ ضرورت کے وقت اگر بیت المال پر اس قسم کا بار پڑے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ خود بدولت جناب سرور کائناتؐ اور نیز صدیق اکبرؓ نے جن لوگوں کے ساتھ اس قسم کی رعایتیں کیں وہ علاوہ مسلمان ہونے کے رسولؐ اور ابوبکرؓ کے قرابتدار بھی تھے۔ اس مبحث پر میں زیادہ لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اس لئے صرف اسیقدر عرض کرنا کافی ہے کہ حاکم اور امیر مصلحت ملکی یا اور کسی وجہ سے جو نیک نیتی پر مبنی ہو ہر وقت اس قسم کی رعایتیں کرنے کے مجاز و مختار ہیں۔

(۳) عثمانؓ نے عالی مرتبہ لوگوں کے ہوتے ہوئے کم پایہ اشخاص کو عامل اور حاکم مقرر کیا۔ یہ اعتراض بھی پہلے دو اعتراضوں کی طرح بے معنی ہیں۔ عمال شیخین کے نام تاریخ اور رجال کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔ ابوبکرؓ و عمرؓ نے بھی جن لوگوں کو عامل مقرر کیا ان سے بھی بہتر لوگ صحابۂ رسولؐ میں موجود تھے لیکن جس وقت نے مصلحت ملکی کا لحاظ کرکے جس فرد کو جہاں کے لئے مناسب سمجھا وہاں اسکو مقرر فرمایا جس شخص نے سلامی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اُسے بخوبی معلوم ہے کہ شیخینؓ کے عمال بھی سابقین ومہاجرین و انصار پر حکمراں تھے خلیفہ اول کے عہد میں خالد ابن ابو لید سارے صحابہ کے افسر لشکر تھے اور ظاہر ہے کہ خالد نہ اصحاب بدر میں شامل ہیں اور نہ احد و اہل بیعت الرضوان میں آپ کا شمار ہے اسی طرح فاروق اعظم کے بعض عمال بھی جن میں امیر معاویہ عمرو ابن العاص۔ یزید بن ابوسفیان۔ سعید ابن العاص وغیرہ داخل ہیں سابقین مہاجرین و انصار میں شامل نہیں ہیں۔ یہ سچ ہے کہ عثمانؓ کے عاملوں میں ابوذرؓ عمارؓ وغیرہ حضرات کا سا زہد و تقویٰ نہ تھا لیکن سارق وزانی۔ بددیانت۔ دغا باز اور مکار بھی نہ تھے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے امیر کے حکم کے مطیع اور غیر مسلموں کے سرکوب تھے۔ ان کی سیاست اور قابلیت ان کی فتوحات سے ظاہر ہے فاروق اعظمؓ کی فتوحات دنیائے اسلام میں مشہور ہیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو عثمان ذی النورینؓ کا زمانہ بھی اعلائے کلمۃ اللہ اور ملکی فتوحات کی کثرت

کے اعتبار سے دور فاروقی سے کچھ کم مبارک نہیں ہے حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں جو
ثروت مسلمانوں کو حاصل ہوئی اوس کی مثال مشکل سے کسی اور زمانہ میں مل سکتی ہے اکثر
ایسا ہوا ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم میں ہر مسلمان کو لاکھوں درہم و دینار ملے ہیں۔ ولید
ہوں یا ابن عامر۔ ابن سعد ہوں یا ابن ابی سفیان۔ حضرت عثمانؓ نے ان صاحبوں کو
خانہ کعبہ کا متولی۔ آستانہ رسولؐ کا جاروب کش اصحاب صفہ کا نگراں کار یا حجاج کا ساقی نہیں
مقرر کیا تھا۔ بلکہ یہ لوگ صوبوں کے عامل اور فوجی حاکم تھے اگر خالص دینی خدمت پر
ان کا تقرر ہوتا۔ اور مسجد کے امام یا اوقاف کے متولی مقرر کئے جاتے تو البتہ یہ کہنا صحیح
ہوتا کہ ان کے عمال میں عمارؓ و مقدادؓ کا سا زہد و تقویٰ نہیں ہے اور اس لئے ان کا تقرر
موزون و مناسب نہیں ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جس خدمت پر یہ مامور کئے گئے اس کو انہوں نے
خوبی اور دیانت کے ساتھ انجام دیا یا نہیں۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کا آخری دور سنہ
اکتیس ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے رحلت فرمائے
ہوئے بیس سال گذر چکے تھے جدید ممالک کی فتوحات سے مسلمانوں کی تعداد میں بے حساب
اضافہ ہوچکا تھا۔ مصر و شام کوفہ اور بصرہ کے مسلمان رسولؐ کی صحبت سے مستفید نہیں ہوئے تھے
جدید ممالک جن حکومتوں کے زیر اثر تھے وہاں کے حکام اور امراء دنیاوی جاہ و جلال
کے شیدائی اور ظاہری عظمت و شان کے دلدادہ تھے ان ممالک کے عاملوں کو بوریا نشین
اور محض متوکل علی اللہ ہونا زیادہ مناسب اور موزون نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ فاروق
اعظم نے بھی اپنے بعض عمال کے ظاہری جاہ و جلال پر ان سے زیادہ باز پرس نہیں کی
عثمان ذی النورین کے عہد میں اسلامی عاملوں کو ان جدید ممالک میں اپنی عظمت برقرار
رکھنے کے لئے جاہ و حشمت کے سامان مہیا کرنے پڑے خلیفہ وقت نے ان سے باز پرس
کی اور عمال نے مناسب الفاظ میں امیر المومنین کو مطمئن کر دیا خلیفہ رسولؐ ان کے معروضات
سنکر خاموش ہوجاتے ہیں۔ لیکن جن صحابہ نے اپنی ریاضت اور عبادت کی وجہ سے اپنے
کو بالکل دنیا سے کنارہ کش کر لیا ہے وہ دنیاوی مصلحتوں پر توجہ نہیں فرماتے اور عمال
کو اپنا سا بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان صحابہ کو اس کوشش میں ناکامی ہوتی ہے اور یہ حضرات

عمال اور کارکنان خلافت پر اعتراض کرتے ہیں۔ ان بزرگوں کے اعتراض سے وہ مسلمان جو خلیفہ وقت کی وقعت اور ذاتی عظمت اور بزرگی سے واقف نہیں ہیں۔ امیرالمومنین سے برگشتہ ہوجاتے ہیں اور دنیائے اسلام میں فساد برپا ہوجاتا ہے فتنہ و فساد کے اسباب کا یہ خلاصہ ہے جسے محض اجمالی طور پر میں نے بیان کیا ورنہ اس بحث پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے ابن سبا کے واقعات تاریخ میں مفصل موجود ہیں۔ اس یہودی نے اسلام کی تباہی پر کمر باندھی اور بڑے غور و فکر کے بعد وہ اس تہ کو پہونچا کہ اسلامی سیلاب فتوحات کو روکنے کی اس سے بڑھکر اور کوئی تدبیر نہیں ہے کہ خود مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو جس سے کارخانہ خلافت درہم و برہم ہو کر مسلمانوں کا شیرازہ منتشر ہوجائے یہ منافق اس راز کو اچھی طرح سمجھے ہوئے تھا کہ امیرالمومنین عثمانؓ کی ذات ایک حصن حصین ہے جس کی وجہ سے اسلام میں کوئی فتنہ برپا نہیں ہوسکتا ان کا قدم درمیان سے اٹھ جائے تو اختلاف اور عناد کا دروازہ مسلمانوں پر کھل جائے گا۔ اور بالآخر اس کی ریشہ دوانی کارگر ہوی اور شہادت عثمانؓ کے ساتھ اسلام کا شیرازۂ اتحاد بکھر گیا۔

(۴) عثمانؓ نے ابوذرؓ عمارؓ اور ابن مسعودؓ جیسے صحابہ رسول کیسا تھ سخت کلامی کی اور ان میں سے ایک صاحب کو حکومت سے معزول اور دوسرے کو مدینہ سے خارج البلد کردیا بظاہر تو اس اعتراض سے جس قدر ان صحابہ کے ساتھ ہمدردی پیدا ہوتی ہے اسیقدر حضرت عثمانؓ کی طرف سے انسان بدگمان ہوتا ہے۔ لیکن غور و فکر کے بعد ہر شخص کو اسبات کا کامل یقین ہوتا ہے کہ امیرالمومنین نے جو کچھ کیا وہ عین دانائی اور تدبر پر مبنی تھا۔ ابن مسعود کے بابتہ تو صحیح روایت یہ ہے کہ اگرچہ عثمانؓ نے ان کو خدمت سے معزول کرکے مدینہ واپس بلا لیا۔ لیکن ابن مسعود نے نہ کبھی خلیفہ کی شکایت کی اور نہ انکو کبھی نشانہ ملامت بنایا۔ ابن عبدالبر استیعاب میں اور ابن سعد طبقات الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے عبداللہ ابن مسعود کو طلب کیا مسلمانوں نے ابن مسعود سے کہا کہ تم نہ جاؤ اور خلیفہ کی طرف سے مطمئن رہو تم کو کوئی نقصان نہ پہونچیگا۔ ابن مسعود نے فرمایا کہ امیرالمومنین کے احکام کی تعمیل کرنا ہمارا فرض ہے یہ کہا اور مدینہ طیبہ میں حاضر ہوگئے

ابن مسعود فرماتے تھے کہ لوگ عثمانؓ کو برا کہتے ہیں۔ لیکن میں ان کو نشانۂ ملامت نہیں بناتا خدا کی قسم اگر یہ لوگ عثمانؓ کو قتل کریں گے۔ تو مسلمانوں کو عثمانؓ کے بعد ان کا سا آدمی خلافت کیلئے میسر نہ آنے کا۔ ابن مسعود مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور امیرالمومنین ان کی عیادت کو گئے دونوں صاحب گلے ملے اور ایک نے دوسرے کے حق میں دعائے مغفرت کی۔

ابوذرؓ اور عمارؓ کے بابت ہم کو معتبر تاریخوں اور روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان دونوں صاحبوں پر اور بالخصوص حضرت ابی ذرالغفاری پر انتہائی خلوت نشینی اور زہد و ورع کی وجہ سے جذبی حالات طاری ہوگئے تھے اور اللہ و رسولؐ کی محبت نے ان کو عالم اسباب اور اس کے ماحول سے ایسا بے نیاز کر دیا تھا کہ یہ حضرات اپنی تقریروں اور فتووں میں دنیاوی مصلحتوں پر بہت کم توجہ فرماتے تھے امیرالمومنین نے ان کے حالات پر نظر کر کے ان کو فتویٰ دینے سے روکا۔ لیکن یہ صاحب کچھ ایسے مغلوب الحال ہو چکے تھے کہ خلیفہ کی ممانعت کا ان پر کچھ اثر نہ ہوا حضرت عثمانؓ نے بارہا ان کو روکا لیکن ان صاحبوں نے خلیفہ وقت کی ممانعت پر توجہ نہ کی بلکہ خود امیرالمومنین سے سخت کلامی اور اپنے خیال کے مطابق ان پر اعتراضات کئے امیرالمومنین نے دنیاوی مصلحتوں کے لحاظ سے ان میں سے ایک صاحب کو خود ان کی خواہش کے مطابق مدینہ سے علیحدہ کر دیا اور دوسرے صاحب یعنے عمار کو اور زیادہ سختی کے ساتھ ممانعت کی۔ ابوذر الغفاری جب مدینہ سے روانہ ہونے لگے تو امیرالمومنین نے ان کے زادسفر اور سواری کا انتظام فرما دیا اور اون کا معقول وظیفہ مقرر فرمایا۔ ابوذر نے ربذہ میں قیام کیا اور تھوڑے دنوں میں رحلت فرمائی۔ امیرالمومنین نے ابوذر کی وفات کی خبر سنی اور اون کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی۔ حضرت ابوذر کی صاحبزادی۔ یا تو خود امیرالمومنین کے حکم اور انہی کے زیر انتظام اور یا حضرت عبداللہ ابن مسعود کے ہمراہ مدینہ حاضر ہوئیں۔ حضرت عثمانؓ نے بنت ابی ذر کو اپنے عیال میں داخل فرمایا اُن کے کفیل اور مربی رہے (استیعاب۔ ابن الاثیر) فاروق اعظم نے ابوہریرہؓ اور ابوالدرداء جیسے جلیل القدر صحابہ رسولؐ کو روایت حدیث سے روکا تھا بلکہ ایک بار ابوہریرہ سے سخت بازپرس کی اور ان کو عدو اللہ اور عدو الاسلام کے الفاظ سے یاد کیا

فاروق اعظم کے اس سلوک سے ابو ہریرہ وغیرہ بھی ان سے ناراض رہے ابو ہریرہ جب کبھی کوئی عمر فاروق کا ذکر کرتا تو وہ یہ کہکر خاموش ہو جاتے۔ اللھم اغفر لامیر المومنین ابو ہریرہ۔ ابوسعید۔ ابو ذر۔ اور عمار کے جلیل القدر ہوتے ہیں شبہہ نہیں لیکن فاروق اعظم اور عثمان ذی النورین ان صاحبوں سے بہ مراتب افضل واعلے ہیں۔ جس طرح ابو ہریرہ وغیرہ اصحاب رسول کی ناراضی سے فاروق اعظم کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اسی طرح ابوذر اور عمار کے کبیدہ ہونے سے عثمان ذی النورین کی منقصت بھی لازم نہیں آتی

(۴) یہ اعتراض کہ عثمان نے شیخین کی حکمت عملی کے خلاف بنی اُمیہ کو برسر اقتدار کیا حالانکہ ابوبکر وعمر دونے کسی تیمی اور عدوی کو حاکم و عامل مقرر نہیں کیا۔ میرے نزدیک اس اعتراض کو کبھی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ابوبکر تیمی تھے اور عمر عدوی تھے لیکن عثمانی اموی تھے بنی تیم اور بنی عدی دونوں قبیلے اگرچہ شرافت اور طہارت نسب کے اعتبار سے بنی امیہ اور بنی ہاشم سے کم مرتبہ نہیں تھے لیکن حکومت اور سیادت ہمیشہ آل عبد مناف کے پاس رہی اور آل عبد مناف میں بنی امیہ روسائے قریش اور بنی ہاشم مذہبی پیشوا رہے ہیں جس طرح ابوبکر اور عمر کی انتہائی دانائی تھی کہ انھوں نے تیمی اور عدوی کو عامل نہیں مقرر کیا اسطرح عثمان اور نیز علی کی انتہائی فراست تھی جو انہوں نے آل عبد مناف کو اپنے اپنے دور خلافت میں حاکم و عامل بنایا جاہلیت میں ابوسفیان سردار قریش اور رئیس مکہ تھے اسلام میں ان کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور یہ خود بھی مشرف بہ اسلام ہوئے ابوسفیان اور نیز دیگر اموی ہر زمانہ میں اپنے کو مستحق سیادت اور امارت کا اہل سمجھتے رہے۔ سرور کائنات اور شیخین کے زمانوں میں بھی اس خاندان کے افراد معزز اور برسر اقتدار رہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

عتاب خالد ابان۔ عمرو وابوسفیان پانچ اراکین قبیلہ بنی امیہ کے عہد رسالت میں عامل اور حاکم تھے۔ فتح مکہ کے بعد عتاب یہاں کے حاکم مقرر ہوئے عتاب جس وقت حاکم مقرر کئے گئے ان کا سن بیس سال سے کچھ زاید تھا ابوسفیان صدقات کے عامل تھے اور یمن خالد یمن کے ابان بحرین کے اور عمرو خیبر کے حاکم تھے۔ خالد وابان وعمرو تینوں بھائی عہد رسالت میں

معزز عامل کی حیثیت سے اپنے اپنے صوبوں پر برسر اقتدار رہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تینوں بھائی مدینہ طیبہ واپس آئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان صاحبوں سے فرمایا کہ تم لوگ کیوں واپس آئے تم تو رسول کے عامل ہو طاہر ہے کہ عمال رسول سے بہتر ہم کو کون حاکم مل سکتا ہے۔ تم تینوں بھائی اپنے اپنے مستقر کو واپس جاؤ میں تم کو تمہاری خدمتوں پر بحال رکھتا ہوں۔ لیکن ان صاحبوں نے عرض کیا کہ ہم بنو ابی احیحہ اور عبدالشمس بن عبد مناف کے فرزند ہیں ہم رسول کے عامل رہنے کے بعد کسی اور شخص کی ماتحتی میں حاکم رہنا پسند نہیں کرتے یہ کہا اور شام کو چلے گئے اور وہیں تینوں بھائی جہاد میں شہید ہو گئے۔ فتح مکہ کے بعد بیت اللہ کے علاوہ جو گھر کہ دارالامن قرار دیا گیا وہ ابوسفیان کا مکان تھا۔ خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر رضہ نے یزید بن ابی سفیان کو جب شام کا عامل مقرر کیا تو پا پیادہ ان کے ساتھ مشایعت کی۔ عتبہ۔ یزید اور معاویہ ابوسفیان کے تینوں بیٹے عمر فاروق کے عامل تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ بنی امیہ میں سوا عثمان ذی النورین کے بنی ہاشم کا سا تقویٰ اور ورع نہ تھا لیکن سیاست تدبر اور انتظام مملکت میں یہ لوگ ہمیشہ دیگر قبائل قریش سے بہتر سمجھے گئے۔ فاروقی عہد معدلت خلافت راشدہ کا بہترین زمانہ سمجھا جاتا ہے لیکن اس بابرکت عہد میں ہی جو لوگ برسر اقتدار اور بہترین عامل تسلیم کئے گئے وہ اسی خاندان کے افراد یعنے معاویہ۔ یزید اور سعید ابن العاص ہیں۔ عشرہ مبشرہ کے علاوہ کوئی تیمی رسول کے عہد میں اور کوئی عدوی رسول اور ابوبکر کے زمانہ میں ممتاز اور برسر اقتدار نظر نہیں آتا بہ خلاف اموئین کے جو عثمان رضہ سے پیشتر بھی ہر زمانہ میں معزز عہدوں پر فائز اور سارے قبائل قریش میں ممتاز و سرفراز رہے اگر ابوبکر نے بنی تیم کو جو ان سے پیشتر رسول کے عہد میں اور عمر نے بنی عدی کو جو اون سے قبل رسول اور ابوبکر کے زمانوں میں بھی برسر اقتدار نہ تھے اپنی حکومت میں بھی شریک کار نہیں بنایا تو ان کے اس طرز عمل سے نہ تو ان اعزہ کو ان سے شکایت کا موقع مل سکتا تھا اور نہ خود ان کو کسی قسم کی دقت کے پیش آنے کا احتمال ہو سکتا تھا۔ بہ خلاف عثمان کے کہ اگر یہ اموئین کو جو ان کے قبل ہی سے

عامل اور حاکم ہوتے چلے آئے تھے اپنی حکومت کے زمانہ میں بھی برسراقتدار نہ رکھتے تو آکثر
تو ان کے بھائی ان کو قاطع رحم کے لقب سے یاد کرتے اور دوسری طرف وہ حکومت
بعض قابل ترین کارکنوں کی امداد سے محروم ہو جاتی۔ آل عبد مناف کی موجودگی
میں شیخین کا حاکم اور برسراقتدار ہونا بنی تیم اور بنی عدی کے لئے کچھ کم باعث تعجب نہ تھا
جو وہ اور کسی فرد کی حکومت یا امارت کی تمنا کرتے۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ عرض کرتا
ہوں جس سے میرے قول کا پورا ثبوت ملجاتا ہے۔ رسولؐ نے دنیا سے رحلت فرمائی
اور ابو بکر صدیق خلیفہ مقرر کئے گئے۔ کسی بہی خواہ نے ان کے باپ ابو قحافہ کو صدیق اکبر
کی خلافت کی مبارک دی حضرت ابو قحافہ مبارکباد دینے والے کو کاذب سمجھے اور فرمانے
لگے کہ تم جھوٹ بولتے اور مجھ سے مزاح کرتے ہو۔ یہ امر ممکن ہی نہیں کہ آل عبد مناف
سوا اپنے کسی دوسرے قریشی کے سامنے سر جھکائیں مبارکباد دینے والے نے شدید قسمیں
کھائیں جب جاکر ان کو یقین آیا کہ ابو بکر صدیق مسلمانوں کے سردار تسلیم کر لیے گئے۔
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد تیرہ برس کا زمانہ ایسا ملتا ہے جس میں عرب
وحجاز پر تیمی اور عدوی حکمرانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ قلیل مدت ہی آل عبد مناف
پر گراں گذرتی مگر شیخین کا اقتدار ان کا تقدس ان کا تقویٰ و ورع ان کی وجاہت اور
شخصیت ان کا اسلامی اور ایمانی امتیاز ان کی صداقت اور راستی ان کا عدل و انصاف
ایسا زبردست اور قوی تھا کہ آل عبد مناف میں کسی فرد کو بھی چون وچرا کی گنجائش
نہ ہوئی لیکن جہاں ابو بکرؓ و عمرؓ اپنے حالات اور اپنی شخصیت سے بخوبی واقف تھے وہاں
یہ بھی جانتے تھے کہ ہر تیمی صدیق اکبر اور ہر عدوی فاروق اعظم نہیں ہے۔ جو سادات
قریش کو اپنی شخصیت سے قابو میں رکھ سکے۔ لیکن عثمان یہ جانتے تھے کہ ہر اموی
سید قریش اور رئیس بطحیٰ ہے اور اس قبیلہ کے ہر فرد میں حکومت اور سیادت کرنے کے
جوہر موجود ہیں۔ فرماں روائے وقت کی انتہائی دانائی اور فراست یہ ہے کہ
وہ قوم کے بہترین ہاتھوں کو اپنا شریک کار بنائے اور عثمان غنیؓ نے یہی سمجھکر اموی
افراد کو اپنا دست راست اور حکومت کا کارکن بنایا لیکن افسوس کہ خلیفہ وقت کو نا ہموار...

اعتراضات اور نومسلم اعراب کی حرص و طمع اور بعض صحابہ کے زہد اور دنیا کی بے تعلقی نے
اس بات کا پورا موقعہ نہ دیا کہ وہ اپنی اس دانشمندانہ سیاست سے اسلام اور فتوحات اسلام
کو پورا فائدہ پہونچاتے۔ رہی یہ بات کہ امیرالمومنین کا یہ خیال غلط اور ان کی پالیسی
تباہ کن یا یہ کہ ان کی رائے بالکل صحیح اور ان کی سیاست باعث ترقی و فلاح تھی اور بنی
امیہ حاکم ہونے کی قابلیت رکھتے تھے یا یہ کہ محکوم رہکر اپنی زندگی بسر کرنے کے لائق تھے
اس کا فیصلہ تاریخ کے صفحات کر سکتے ہیں۔ امیر معاویہ کی سطوت و سیاست ان کا تدبر و
جاہ و جلال ان کے فتوحات کی کثرت۔ ولید و ہشام کے کارنامے اور زوال سلطنت عرب
کے بعد عبدالرحمن الداخل کا اندلس پہونچنا اور وہاں کی خود مختار سلطنت کا سنگ بنیاد
رکھنا اموی حکمرانوں کی شوکت و عظمت اور ان کے عہد کی علمی ترقیاں یہ ایسے واقعات
ہیں جن کا زبان سے اعتراف نہ کرنا ممکن لیکن ان کو تاریخ کے صفحوں سے مٹانا محال ہے

امیرالمومنین عثمان کی فتوحات دو قسم کی ہیں ایک قسم یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم
کی شہادت کے بعد بعض بعض شہروں میں بغاوت پھوٹ نکلی ذوالنورین نے ان بغاوت
کو فرو کرنے اور ان ممالک کو دوبارہ فتوحات اسلامیہ میں داخل کرنے کی کوشش فرمائی
اور اس میں انتہائے سیاست و تدبیر سے کام لیکر اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے
اس قسم کے ممالک کے نام حسب ذیل ہیں۔

ہمدان۔ مرسے۔ اسکندریہ۔ آذربائیجان اسی کے ساتھ بلاد آرمینہ وغیرہ فتح ہو کر
دائرہ اسلامی میں داخل ہوئے دوسری قسم فتوحات کی وہ ہیں جو خود ان کے عہد میں
حاصل ہوئیں اس سے پیشتر یہ ممالک اسلامی حلقہ مملکت میں داخل نہ تھے یہ فتوحات حسب
ذیل ہیں۔

افریقہ جو عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ہاتھوں فتح ہوا۔ اندلس جس کو عبداللہ بن نافع
القیس نے فتح کیا۔ قبرص جس کی مہم امیر معاویہ کے ہاتھوں سر ہوئی۔ فارس اور خراسان
کا زور ٹوٹا۔ یزدجرد کی زندگی کا خاتمہ انہیں کے زمانہ میں ہوا۔ کابل۔ زابلستان

ہرات ۔طالقان ۔ فاریاب ۔اور طبرستان کے مناروں پر انہیں کے زمانہ خلافت میں اسلامی علم نصب کیا گیا (ابن خلدون ابن الاثیر ۔ مراۃ الجنان)

کتب سیر اور معتبر تاریخ کی کتابوں مثلاً ابن سعد ۔ ابن الاثیر اور ابن خلدون کی ورق گردانی سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت عثمان رضی کو امور سیاسی میں بہت اچھا ملکہ تھا حضرت عثمان نے وظائف اور نیز مایحتاج زندگی کی تقسیم کرنے کے دن مقرر کر رکھے تھے ۔حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان کا منادی آواز دیتا اور لوگوں کو ضروری چیزوں کے لینے کی دعوت دیتا ۔مسلمان صبح کو جاتے اور جو دن جس چیز کی تقسیم کا معین ہوتا اسے لے آتے ۔خدا کی قسم اس خیر و برکت کے زمانہ میں مسلمانوں کو ایسی ثروت اور مرفہ الحالی نصیب ہوئی جس کی مثال نہیں ملتی ۔رزق کے دروازے کشادہ ہوگئے اور سارے بلاد اسلام میں امن و امان کا سکہ جاری ہوگیا ایک مسلم کو دوسرے سے سوا امداد و نصرت کے کبھی بدخواہی کی امید نہ تھی ۔ لیکن ناشکروں اور سفلہ مزاج افراد نے امیرالمومنین کی ذات اور ان کی شخصیت کی قدر نہ کی اور اپنی تلوار نیام سے نکالی جسکی سزا یہ ملی کہ وہی تلوار جو کفار کو مغلوب اور مقہور کرکے دائرہ اسلامی کو روز بہ روز بڑھا رہی تھی خود مسلمانوں کے درمیان چلنے لگی امیرالمومنین کی شہادت سے اسلام کا حصن حصین ٹوٹ گیا اور ہم پر قیامت تک کے لئے فتنہ و فساد کا دروازہ کھل گیا (استیعاب)

امیرالمومنین عثمان ذی النورین ہر ممکن طریقہ سے رعایا کی خبرگیری رکھتے اور عمال اور بلاد اسلام کے حالات ہر ممکن طریقہ سے دریافت فرماتے اور عمال سے پرسش اور رعایا، کی اصلاح کرتے رہتے تھے طبقات ابن سعد میں منقول ہے کہ نماز جمعہ میں مسلمان دور دور سے آتے اور امیرالمومنین سے اپنی حاجتیں پیش کرتے ۔جمعہ میں اسقدر حاجتمندوں کا ہجوم ہوتا کہ اکثر خطبہ کے درمیانی وقفہ میں بھی امیرالمومنین حاجتمندوں سے ان کے حالات دریافت فرماتے تھے ۔

ابن الاثیر میں لکھا ہے کہ حضرت امیرالمومنین نے بلاد اسلام میں عام فرامین جاری کر دئیے تھے کہ جس شخص کو میرے کسی عامل سے کوئی شکایت ہو وہ حج میں

حاضر ہو کر اپنی شکایت پیش کرے۔ اسکے ساتھ عمال کو یہ حکم تھا کہ ہر ذمہ دار افسر موسم حج میں امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہو۔ مکہ معظمہ میں عمال اور رعایا کے مقدمات پیش ہوتے تھے اور امیرالمومنین ہر شکایت کو اس خوبی سے رفع فرماتے تھے کہ عمال اور سائل دونوں بالکل مطمئن ہو جاتے تھے۔ ہر سال معتبر صحابہ رسولؐ عمال کے حالات دریافت کرنے کے لیئے بلاد اسلام میں روانہ کئے جاتے تھے محمدؐ بن مسلمہ اور عبداللہ بن عمرو وغیرہ جلیل القدر صحابہ رسولؐ کو یہ خدمت سپرد کر دیگئی تھی۔ چنانچہ زمانہ خلفشار میں بھی یہی حضرات عمال کے حالات دریافت کرنے کے لیئے ممالک اسلام میں بھیجے گئے تھے۔ ان صاحبوں نے مدینہ منورہ واپس آکر عمال کی طرف سے امیرالمومنین اور دیگر صحابہ کو مطمئن کر دیا تھا ریاض و ابن خلدون میں حضرت حسنؓ کی روایت سے مرقوم ہے کہ امیرالمومنین عثمانؓ دوپہر کا کھانا کھا کر مسجد نبوی میں قیلولہ کے لیئے لیٹ جاتے تھے لوگ یکے بعد دیگرے ان کے پاس آتے اور وہ اٹھکر بیٹھ جاتے تھے اس طرح برابر سائلوں اور حاجتمندوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اس طرح مسجد میں لیٹے رہنے سے ان کے بازو پر سنگریزوں کے نشانات بن جاتے تھے۔

عثمان ذی النورینؓ کے مزاج میں باوجود دولت و ثروت کے بیحد سادگی تھی ابن خلدون میں شرجیل بن حسنہ کی روایت سے مرقوم ہے کہ امیرالمومنین مہمانوں اور سائلوں کو نفیس کھانے کھلایا کرتے تھے اور خود شہد اور زیتوں کا تیل کھایا کرتے تھے کبھی کبھی محض بھنے گوشت اور سرکہ پر اکتفا فرماتے تھے عبداللہ ابن شداد فرماتے ہیں کہ میں نے امیرالمومنین کو جمعہ کے دن نماز پڑھتے دیکھا۔ بخدا ان کو دیکھکر مجھے بیحد عبرت ہوئی۔ کہ جس امام عادل کے دروازے پر ہزار ہا روپیہ کی جنس اور کپڑے محتاجوں کو تقسیم ہوتے تھے خود اس کے جسم پر جو کپڑا تھا اس کی قیمت پانچ درہم سے زاید نہ تھی۔

اسی کتاب میں حضرت حسن سے مرقوم ہے کہ عثمان غنی کی چادر ان کی خلافت کے زمانہ میں آٹھ درہم سے زاید کی نہ ہوتی تھی۔ حالانکہ ان کے دروازے پر صدہا روپیہ

روزآنہ کی خیرات ہوا کرتی تھی اور ان کی جوتیاں وسط سے کٹی ہوئی باریک تسمہ دار ہوتی تھی۔

ابن خلدون اور سیوطی نے لکھا ہے کہ صدقات میں ان کا یہ عالم تھا کہ صحابہؓ میں ان کی نظیر نہیں مل سکتی۔ جب سے اسلام لائے ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کیا کرتے تھے۔ اگر اتفاق سے کسی جمعہ کو غلام آزاد نہ کر سکے تو دوسرے جمعہ کو دو بردہ اللہ کے نام آزاد فرمایا کرتے تھے۔

ابن خلدون اور ریاض وغیرہ معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں ایک مرتبہ بہت بڑا قحط پڑا ایک روز شام کو اہل مدینہ حضرت خلیفہ رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ صبر کرو خدا کے ایک محبوب ترین بندے کے ہاتھوں تمہاری مشکل حل ہو جائے گی۔ اسی رات ایک ہزار اونٹ غلہ سے لدے ہوئے حضرت عثمان غنی کے یہاں آئے اور باوجود اس کے کہ تجار مدینہ پندرہ گنے قیمت پر خریدنے کے لئے تیار تھے لیکن ذی النورین نے مال فروخت کرنے سے قطعی انکار کیا اور سارا غلہ صدقہ میں دیدیا اس واقعہ سے جس طرح کہ خلیفہ رسولؐ صدیق اکبرؓ نے حضرت عثمان کے حق میں کلمات خیر فرمائے۔ وہ حضرت عبداللہ ابن عباس سے بسند صحیح تمام کتابوں میں مرقوم ہے۔

امیرالمومنین کی فیاضی اور دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ اپنی خلافت میں بھی حج ہر سال کرتے اور موسم حج میں سارے حجاج کو کھانا کھلاتے اور اس مد میں جو رقم صرف ہوتی اُسے خود ادا فرماتے بیت المال کو ان مصارف سے کوئی تعلق نہ تھا چنانچہ یہ واقعات ابن خلدون اور ریاض وغیرہ معتبر کتابوں میں مرقوم ہیں۔

سرور عالم صلعم کے بابرکت عہد میں اپنی سیرچشمی اور دریا دلی کی وجہ سے حبیب رب العالمین کے ہاتھوں بارہا جنت خریدی اور مغفرت کا وہ مژدہ سنا جو کسی صحابی کے لئے منقول نہیں ہے۔ جن الفاظ اور جس آواز میں خود خدا نے سرور عالم کو مژدہ مغفرت سنایا انہی الفاظ میں پیغمبر خدا نے عثمان ذی النورین کو جنت اور مغفرت کی

بشارت دی۔ ابن عبدالبر استیعاب میں علامہ جزری اسدالغابہ میں باسناد صحیح روایت کرتے ہیں کہ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عثمان غنی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یا عثمان غفر اللہ لک ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما ھو کائن الی یوم القیامہ۔

احیائے علوم دین میں جمع قرآن کا کارنامہ مشہور و معروف ہے جس طرح امیر المومنین نے ساری امت کو ایک قرآن اور ایک قرات کی تلاوت پر جمع کیا اور جس جرات اور شفقت اور جس حسن انتظام کے ساتھ اس کام کو انجام دیا اس کا حال تمام معتبر کتب احادیث و حال میں صحیح روایات سے منقول ہے حقیقت یہ ہے کہ عثمان ذی النورین نے یہ احسان ایسا امت محمدی پر کیا ہے کہ شکر ادا نہ کرنا درحقیقت خدا کی ناسپاس گذاری ہے۔ استیعاب اسدالغابہ فتح الباری اور ابن جریر طبری وغیرہ مستند کتابوں میں اس کارنامہ کے حالات اور اس کے فوائد و برکات تفصیل کے ساتھ مندرج ہیں محققین صحابہ اور تابعین فرمایا کرتے تھے کہ دو خصلتیں عثمان رض میں ایسی پائی جاتی ہیں کہ ابوبکر و عمر میں ان کا وجود نہیں ہے ایک راضی برضائے الٰہی ہو کر نہایت صبر و استقلال کے ساتھ خدا کی راہ میں شہادت کا مرتبہ حاصل کرنا دوسرے ساری امت کو ایک قرآن کی تلاوت پر جمع کر دینا۔

جمع قرآن کے علاوہ حضرت عثمان رض خود قرآن کی قرات اور تلاوت کی تعلیم بھی دیا کرتے تھے۔ تابعین میں بہت سے حضرات عثمان ذی النورین کے شاگرد تھے جن کی قرات کا سلسلہ آج تک دنیا میں رائج ہے۔ چنانچہ اس کا تفصیلی حال ابن جریر طبری اور نیشاپوری کی معتبر تفسیروں میں ناظرین خود دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت عثمان رض کی شہادت کا واقعہ تفصیل کے ساتھ تاریخوں میں مرقوم ہے۔ اسباب شہادت میں سب سے بڑا سبب مروان کا لکھا ہوا خط ہے جو محمد ابن ابی بکر کے خلاف عامل مصر کے نام خلیفہ وقت کی طرف سے لکھا گیا تھا۔

محمد بن ابی بکر نے راستہ میں قاصد کو گرفتار کیا اور اس کی تلاشی لینے کے بعد اس سے خط کو حاصل کیا اور اسے لیکر مدینہ واپس آئے۔ صحابہ رسول نے حضرت عثمان رض سے اس خط

کی بابت دریافت کیا انہوں نے اس تحریر سے اپنی لاعلمی ظاہر کی اور یہ قسم بیان کیا مجھے اس خط کی کوئی اطلاع نہیں۔ صحابہ رسولؐ اور نیز دیگر بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ سے مروان کو طلب کیا تاکہ اُسے کذب آمیز تحریر لکھنے کی سزا دی جائے۔ حضرت عثمانؓ نے مروان کو ان صاحبوں کے حوالہ کرنے سے انکار کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بلوائیوں نے ہجوم کرکے خود امیرالمومنین کو شہید کیا۔

اس بات کی تحقیق کرنا کہ در اصل مروان ہی اس خط کے کاتب تھے یا خود ملزم کے قول کی بنا پر دشمنان خلافت کی کسی سازش سے یہ کارروائی کیگئی۔ بیحد مشکل امر ہے۔ عثمان ذی النورین سے جب لوگوں نے مروان کو طلب کیا تو آپ نے یہی جواب دیا کہ اگر میں مروان کو تم لوگوں کے سپرد کروں تو تم اسے قتل کرڈالوگے۔ اور کسی مشتبہ شخص کو جبتک اوپر پورا جرم ثابت نہ ہو سزا دینا شریعت کے بالکل خلاف ہے جس طرح میں اس خط کے متعلق بہ حلف اپنی لاعلمی ظاہر کرتا ہوں۔ اسی طرح مروان بھی شرعی قسم کھاکر یہ بیان کرتا ہے کہ اس نے قاصد کو نہ عامل مصر کے پاس بھیجا اور نہ ابن سعد کے نام کوئی نامہ لکھا۔ تم پیشتر اسے مجرم ثابت کرلو اس کے بعد مجھ سے اسے مانگو اور سزا دو کیا معلوم کہ یہ کام کسی دوسرے نے کیا ہو۔ لیکن انہوں نے ایک نہ سنی اور خلیفہ کے مکان کا محاصرہ کرکے انہیں شہید کردیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اہل شر اور منافقین کو مروان کا نہ قتل مقصود تھا اور نہ اُسے تباہ کرنے کے لئے وہ مدینہ میں آئے تھے ان کا مقصود تو اسلام کے حصن حصین کو توڑنا اور اس میں فتنہ و فساد کو ہمیشہ کے لئے داخل کرنا تھا۔ جس کا بدیہی اور بین ثبوت یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ مروان بھی اس مکان میں موجود ہیں۔ لیکن ان سے کوئی باز پرس نہیں کرتا محمدؐ بن ابی بکر کے ساتھ ان کے دو ساتھی مکان میں داخل ہوتے ہیں لیکن مروان کی نہ کوئی تلاش و جستجو کرتا ہے اور نہ اس سے کسی قسم کا تعرض کیا جاتا ہے جامع القرآنؓ کلام الٰہی کی تلاوت میں مشغول ہیں اور اسی حالت میں ان پر وار کیا جاتا ہے۔ بلوائیوں کے اس طرز عمل سے کہ انہوں نے مروان کو زندہ اور صحیح و سالم چھوڑا اور عثمان غنی پر تلوار و نیزے کی بوچھار کی ضرور اس خیال کو تقویت ہوتی ہے کہ

عجب نہیں کہ یہ خط جس کی بنا پر خلیفۂ مظلوم شہید ہوئے اور ان کے بعد مسلمان تباہ و برباد ہوئے کسی مدعی خلافت اور دشمن اسلام ہی کی سازش کا نتیجہ ہو۔ اگرچہ یہ مبحث دقیق ہے اور ایک مقبول عام خیال کو خواہ وہ کتنا ہی غلط اور لغو کیوں نہ ہو رد کرنا اور حقیقت واقعی کو ظاہر اور دلایل سے انکشاف کرنا وقت اور تفصیل کا محتاج ہے اور اس کا اس وقت موقع نہیں ہے لیکن اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ جس طرح کسی جرم کا ارتکاب کرنا مذموم ہے اسی طرح مجرم کی بیجا حمایت بھی قبیح اور ہر طرح پر ناپسندیدہ ہے اگر یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ جاتا کہ کاتب تحریر مروان ہیں اور عثمان اپنے ایک عزیز قریب کی بیجا حمایت کر رہے ہیں تو امیر المومنین سے باغیوں کے مقابلہ میں قتال کی رائے دیتے وقت عبد اللہ بن سلام عبد اللہ بن عمر۔ عبد اللہ ابن عباس۔ ابو ہریرہ۔ زید ابن ثابت وغیرہ جلیل القدر اصحاب رسولؐ امیر المومنین سے یہ کہتے کہ انت علی الحق وھم علی الباطل۔ اور نہ علی مرتضیٰ

بلوائیوں کا خلیفۂ برحق پر ہجوم ہوا صحابہ رسولؐ میں بہت سے حضرات جانبازی کے لئے امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن سبھوں کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ مجھے مسلمان پر تلوار چلانا منظور نہیں ہے میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میرے بعد بدترین زمانہ اسلام کا وہ ہوگا جب مسلمان خود ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرا ہوں گے میں نہیں چاہتا کہ میرا عہد زمانہ شر سے تعبیر کیا جائے۔

مغیرہ بن شعبہ زمانہ محاصرہ میں خلیفۂ رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ امیر المومنین آپ امام المسلمین ہیں آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کے اوپر کیسی مصیبت نازل ہے میں تین باتیں پیش کرتا ہوں ان میں سے کسی ایک پر عمل فرمائیے اول یہ کہ ان باغیوں سے جو اہل شر اور منافق ہیں قتال کیجئے۔ اگر یہ منظور نہیں ہے تو مدینہ کو چھوڑ دیجئے اور یا تو مکہ معظمہ میں کچھ دن قیام فرمائیے۔ اور یا شام میں معاویہ کے پاس چلے جائیے امیر المومنین نے جواب دیا کہ تمہاری یہ رائے کہ میں ان بلوائیوں سے لڑوں یہ تو ہرگز پسندیدہ نہیں ہے۔ کیا رسولؐ کے بعد میں پہلا شخص ہوں جو ان کی امت پہ تلوار اٹھائے اور صرف ایک جان کے بچانے کیلئے ہزارہا کلمہ گو افراد کو خاک و خون میں ملائے

حاشا و کلا، یہ تو مجھ سے کسی طرح ممکن ہی نہیں۔ تمہاری دوسری رائے کہ میں مکہ معظمہ چلا جاؤں میں یہ عمل نہیں کرسکتا۔ رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ قریش کا ایک شخص مکہ میں پناہ گزیں ہوگا۔ اس پر نصف عذاب عالم نازل ہوگا۔ تمہاری تیسری رائے کہ میں شام میں معاویہ کے پاس چلا آؤں اس پر بھی میں عمل نہیں کرسکتا مجھے اپنے دار ہجرت اور اپنے حبیب کے آستانہ کی مجاورت چھوڑ کر سوا خدا کے اور کسی بندے کے پاس جانا منظور نہیں ہے (تاریخ الخلفاء۔ استیعاب۔ ابن خلدون۔ ابن الاثیر)

عبداللہ بن سلام امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے پوچھا کہ ابن سلام کیوں آئے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی مدد کے لئے آیا ہوں۔ امیرالمومنین نے کہا کہ تم ان اشرار اور بلوائیوں کو اگر کچھ سمجھا سکتے ہو تو سمجھاؤ مجھے مدد کی ضرورت نہیں ہے عبداللہ ابن سلام خلیفہ کے مکان سے باہر آئے اور انہوں نے بلوائیوں کو مخاطب کرکے کہا کہ تم لوگ مجھے جانتے ہو کہ میں کون ہوں رسولؐ نے میرا نام عبداللہ رکھا خدا نے میرے حق میں فرمایا کہ شهد شاهدٌ من بنی اسرائیل ومن عنده علم الکتاب میں تم لوگوں کو آگاہ کرتا ہوں کہ یہ وہ سرزمین ہے جس کے جوار میں ملائکہ رہتے ہیں۔ تم لوگ خدا کے غضب سے اب تک محفوظ ہو اللہ کے قہر کی تلوار تمہارے لئے اب تک نیام میں ہے دیکھو اس شخص کو کوئی صدمہ نہ پہونچاؤ خلیفہ وقت کی ذات اسلام کے لئے حصن حصین ہے اگر ان کا قدم درمیاں سے اٹھا اور تم نے ان کو قتل کیا تو واللہ تم ملائکہ کے جوار سے محروم ہو جاؤ گے۔ اور خدا کے غضب کی تلوار نیام سے نکل آئے گی اور تم قیامت تک فتنہ و فساد میں مبتلا ہوگے اگر تم نے عثمانؓ کا خون زمین پر گرایا تو تم پر آسمان سے خون برسے گا اور تمہیں کہیں پناہ نہ ملے گی۔ لیکن ابن سلام کی اس تقریر کا بھی بلوائیوں پر کچھ اثر نہ ہوا، اور حضرت ابن سلام روتے ہوئے اپنے مکان واپس گئے (ترمذی۔ ابن الاثیر۔ ابن خلدون) بلوائیوں کا ہجوم دیکھکر خود امیرالمومنین ان کے سامنے آئے اور اشرار کو مخاطب کرکے فرمایا کہ ایها الناس تم جانتے ہو کہ رسولؐ نے فرمایا تھا کہ جو شخص بیر رومہ کو خرید کر اس کا پانی مسلمانوں پر وقف کرے اسکے لئے جنت ہے میں نے اس کنویں کو اپنے خالص مال سے خریدا اور اسے تمہارے لئے وقف کیا۔ سارے مجمع سے آواز آئی اللهم نعم امیرالمومنین نے فرمایا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ

آج اسی کنویں کا پانی تم نے میرے اوپر بند کر دیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ جو مسلمان فلاں ٹکڑا زمین کا خرید کر اسے مسجد میں شامل کر دے اس کیلئے قصر جنت ہے میں نے اس زمین کو خریدا اور اسے تمہارے لئے عام کیا سبھوں نے جواب دیا کہ اللھم نعم حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ کسقدر افسوسناک ہے کہ تم اسی مسجد میں مجھے دو رکعت نماز تک ادا نہیں کرنے دیتے۔ کیا تم جانتے ہو کہ رسول نے فرمایا تھا کہ جو شخص جیش عسرۃ کی امداد کرے اس کے لئے جنت ہے میں نے اپنے خالص مال سے مجاہدین کے لئے ساز و سامان مہیا کیا اور رسولؐ نے میرے حق میں فرمایا کہ رَفِیقِی فِی الجنۃ عثمان بلوائیوں نے جواب دیا کہ اللھم نعم امیر المومنین نے ان اشرار کو سمجھایا اور ان سے کہا کہ دیکھو مجھے بے گناہ قتل نہ کرو اگر تم نے میرا قدم درمیان سے اٹھایا تو خدا کی قسم تم پھر کبھی جمع نہ ہوگے اور اسلام میں فتنہ و فساد داخل ہو جائیں گے اور مسلمانوں کی جماعت کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ لیکن اشرار نے بجائے اس نصیحت پر عمل کرنے کے امیر المومنین پر پتھر پھینکے۔ حضرت عثمانؓ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے سامنے سے ہٹ گئے (ابن سعد۔ ابن الاثیر ابن خلدون۔ استیعاب وغیرہ)

زید ابن ثابتؓ جیسے جلیل القدر صحابی انصار کی ایک بڑی جماعت کو اپنے ساتھ لیکر آستانۂ خلافت پر حاضر ہوئے اور امیر المومنین سے کہا کہ انصار دروازے پر حاضر ہیں اگر آپ حکم دیں تو ہم دوبارہ خدا کی راہ میں اپنی جانیں قربان کریں۔ امیر المومنین نے جواب دیا کہ اگر تمہارا منشا قتال ہے تو یہ مجھے منظور نہیں ہے (ابن سعد)

حضرت ابو ہریرہ امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ان اشرار کا فتنہ دفع کیجئے۔ ہمیں حکم دیجئے کہ ہم ان کو مدینہ کے باہر کر دیں۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ اگر یہ امر بغیر قتال کے ممکن ہے تو ایسا کرو ورنہ ہرگز اس کا ارادہ نہ کرو (ابن سعد و ابن خلدون)

خلیفہ خود محصور ہیں اور حج کا زمانہ آگیا حضرت عثمانؓ۔ عبداللہ ابن عباس کو امیر الحج مقرر کر کے مکہ روانہ کرتے ہیں عبداللہ ابن عباس خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ امیر المومنین مجھے ان اشرار اور منافقین سے جہاد کرنا طواف بیت اللہ سے زیادہ عزیز ہے۔ عثمان ذی النورینؓ انہیں مناسب الفاظ میں سمجھا کر واپس کر دیتے ہیں

امیرالمومنین اپنے غلاموں کو بھی جن کی تعداد تقریباً چار سو ہے آمادہ قتال دیکھکر فرماتے ہیں کہ من اغمد سیفہ فھو حر للہ اور اس طرح سارے غلام آزاد ہو جاتے ہیں (طبقات ابن سعد)

شہادت سے دو روز قبل بلوائیوں کا اور زیادہ ہجوم ہوا۔ حضرت حسن سبط رسول حسین ابن علیؓ۔ محمد بن طلحہ۔ عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن زبیر خلیفہ رسول کی محافظت کیلئے ان کے مکان پر آئے۔ اور برابر بلوائیوں کو دفع کرتے رہے (ابن الاثیر)

عین شہادت کے روز امیرالمومنین نے روزہ رکھا اور صبح کو آرام فرمایا خواب سے جاگے تو اپنے چند ہمنشینوں سے فرمایا کہ اگر لوگ یہ نہ کہیں کہ عثمانؓ کو اپنے قتل کی تمنا اور اس فتنہ کی آرزو تھی تو میں تم لوگوں سے ایک بات کہوں۔ ان صاحبوں نے عرض کیا کہ معاذ اللہ خلیفہ رسول اللہ کے بابت کبھی ایسا خیال قایم نہیں کر سکتے۔ امیرالمومنین نے فرمایا کہ میں نے ابھی اپنے حبیب کو خواب میں دیکھا کہ میرے پاس تشریف لائے اور ان کے ہمراہ میرے دونوں بھائی ابوبکر و عمر بھی تھے رسولؐ نے مجھ سے فرمایا کہ عثمان آج شام کو تم ہمارے پاس آکر روزہ افطار کرو۔ ابوبکر و عمر نے بھی مجھ سے کہا کہ آؤ اور ہمارے پاس روزہ افطار کرو اب تم لوگ میرے پاس سے جاؤ اور اپنے اپنے مکانوں میں آرام سے بیٹھو۔ امیرالمومنین نے ان صاحبوں کو رخصت کیا اور خود قرآن کی تلاوت میں مشغول ہوئے اور اسی حالت میں شہید ہوئے۔

بلوائیوں کے ہجوم کے وقت امیرالمومنین سے جو صحابہ کا گروہ ان اشرار سے قتال کرنیکے بابت زیادہ اصرار کرتا تھا اس سے آپؐ فرما دیتے تھے کہ میرے حبیب جو عہد مجھ سے لے چکے ہیں میں اسپر قایم ہوں۔ یہ عہد بھی عثمانؓ اور رسولؐ کے درمیان ایک عجیب از دنیا راز ہے جو ام المومنین صدیقہ طاہرہ سے بسند صحیح اس طرح مروی ہے کہ رسول کریم صلعم نے حلت سے ایک روز قبل کچھ افاقہ پاکر فرمایا کہ کاش میرا کوئی محبوب صحابی اسوقت میرے پاس آتا عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ابوبکرؓ کو بلائیں۔ رسولؐ نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ عمر کو بلائیں آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے علیؓ کا نام لیا اسے بھی آپنے فرمایا کہ نہیں۔ آخر میں میں نے پوچھا کہ عثمانؓ کو بلوائیں آپنے فرمایا کہ اللھم نعم

عثمانؓ حاضر ہوئے اور آپ نے اشارہ سے ہم سب کو اپنے پاس سے دور ہٹا دیا۔ رسولؐ نے اپنے ہاتھ سے عثمانؓ کا سر جھکایا اور دیر تک ان سے سرگوشی فرماتے رہے میں دیکھ رہی تھی کہ رسولؐ کچھ باتیں کر رہے ہیں اور عثمانؓ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو رہا ہے رسولؐ کی وفات کے پچیس برس کے بعد ہم پر کھلا کہ یہ سرگوشی اسی واقعہ کی بابت تھی اور یہ وہی عہد تھا۔ جس کے بابت عثمانؓ بار بار ذکر کیا کرتے تھے (طبقات ابن سعد)

امیرالمومنین شہید ہوئے آپ کی بی بی نے کوٹھے پر چڑھ کر آواز بلند کہا کہ قُتِلَ امیرالمومنین صحابۂ رسولؐ اپنی اپنی جگہ سے دوڑے امیرالمومنین علی مرتضےٰؓ نے اپنے صاحبزادوں اور طلحہ اور زبیر کے بیٹوں کو سخت وست الفاظ سے یاد کیا اور افسوس کرتے ہوئے واپس گئے۔ (ابن لاثیر)

عبداللہ ابن سلام نے شہادت کی خبر سنی اور رو کر فرمایا کہ الیوم ھلکت العرب (طبقات ابن سعد)

زید بن ثابت نے شہادت کی خبر سنی تو اسقدر روئے کہ روتے روتے بیہوش ہو گئے (طبقات ابن سعد)

ثامیہ بن عـدی رسولؐ کے معزز صحابی کو شہادت کی خبر پہونچی اور انہوں نے فرمایا کہ آج خلافت نبوت کا خاتمہ ہوا اور حکومت جبری ہو گئی۔ اب جس کا غلبہ ہو گا۔ وہ اپنا بھلا کرے گا (طبقات ابن سعد)

سعد ابن ابی وقاص نے جب سنا کہ امیرالمومنین شہید ہوئے تو رو کر فرمایا کہ ایک دن وہ تھا کہ ہم اپنے دین و ایمان کو محفوظ رکھنے کیلئے مدینہ میں آئے تھے۔ ایک آج کا دن ہے کہ ہم اپنے ایمان کو بچانے کیلئے مدینہ سے بھاگتے ہیں (تاریخ الخلفاء)

ابوہریرہ نے شہادت کی خبر سنی اور واویلا مچانے لگے۔ جب گریہ وزاری سے فاقہ ہوا تو فرمایا کہ یارسول اللہ آپ سچے صادق القول تھے حضور نے فرمایا تھا کہ ۳۵ھ میں اسلام کی چکی کا رخ پھر جائے گا۔ واللہ اس مظلوم کی شہادت نے ہم کو بڑی مصیبتوں میں مبتلا کر دیا۔ حذیفہ بن یمان صاحب سر رسولؐ اللہ نے واقعہ شہادت کو سنا اور رو کر فرمایا کہ اسلام میں

پہلا فتنہ عثمانؓ کا قتل ہے اور آخری فتنہ دجال کا خروج ہوگا۔ خدا کی قسم جس شخص کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی قتل عثمان کی محبت ہوگی وہ اگر دجال کو پائیگا تو زندگی میں اسپر ایمان لائے گا۔ اور اگر نہ پائے گا تو قبر میں اوسپر ایمان لائے گا (تاریخ الخلفاء)

امام ذہبی نے حضرت عثمان کے فضائل اور ان کی خصوصیات کو نہایت مختصر جامع اور دلچسپ پیرایہ میں لکھا ہے۔ میں امام موصوف کی عبارت بجنسہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

امیر المومنین عثمان ابن عفان ذوالنورین ومن تستحیی منہ الملئکۃ ومن جمع الامۃ علی مصحف واحد بعد الاختلاف ومن افتتح عالہ اقلیم المغرب واقلیم الخراسان وکان من السابقین الاولین الصادقین القانتین المنفقین فی سبیل اللہ ومن شہد لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالجنۃ وھو افضل من قرأ القران علی النبی صلعم وذوالھجرتین وافضل الصحابۃ بعد الشیخین اکمل الحیاء والایمان جامع ایات القرآن وکان ممن جمع بین العلم والعمل والصیام والتہجد والجہاد فی سبیل اللہ وصلۃ الارحام والاحسان حاصرہ رؤس الفتنۃ والشر وقاتلوہ قتلھم اللہ تعالی فصبر وکف نفسہ وعبیدہ حتی قتل صبر فی دارہ والمصحف بین یدیہ۔

محمد فدا علی عفی عنہ

دُعا

خُدا اور بندے میں رشتہ دعا ہے
دعا جس کو کہتے ہیں خود مدعا ہے

ترے دستِ قدرت میں کیا کچھ نہیں ہے
مرے ہاتھ میں کیا ہے صرف اک دعا ہے

دُعا ہی میں کٹ جائے دن رات یارب
یہی تجھ سے دن رات میری دعا ہے

ہمارا وسیلہ بحقِ محمد
دعا ہی۔ دعا ہی۔ دعا ہی۔ دعا ہی

پہنچ جاتی ہی پاک قدموں تک اُسکے
دُعا ہے کہ امجد کا بخت رسا ہی